لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب

رباعیات

حکیم عمر خیام

مع

تذکرہ حکیم مرحوم

جن کو

حافظ مولوی امام الدین صاحب گورنمنٹ پنشنر گجرات پنجاب نے مختلف ماخذوں سے
جمع کیا۔ ترتیب دیا۔ اور نہایت محنت سے انکی تصحیح کی۔ اور

بحسن اہتمام

شیخ غلام محمد صاحب منشی فاضل مختار عدالت و مالک اخبار وکیل امرتسر

مطبع روز بازار امرتسر میں طبع ہوئیں

قیمت فی جلد عہ

فہرست رباعیات عمر خیام ردیف وار و صفحہ وار

ردیف حروف	تعداد صفحات		تعداد رباعیات	حروف ردیف وار	تعداد صفحات		تعداد رباعیات
تذکرہ	۱	۲۸	۰	ش	۱۱۷	۱۲۱	۲۲
آ	۲۹	۳۴	۳۰	ع	۱۲۱		۱
ب	۳۴	۳۶	۱۰	ف	۱۲۱		۱
ت	۳۶	۶۹	۱۹۸	ک	۱۲۱	۱۲۲	۸
ج	۶۹		۱	گ	۱۲۳		۱
چ	۶۹		۳	ل	۱۲۳	۱۲۵	۱۶
ح	۷۰		۲	م	۱۲۶	۱۴۴	۱۰۹
خ	۷۰		۱	ن	۱۴۴	۱۵۳	۵۵
د	۷۰	۱۰۵	۲۱۰	و	۱۵۳	۱۵۷	۳۱
ر	۱۰۵	۱۱۱	۳۷	ہ	۱۵۷	۱۶۴	۴۴
ز	۱۱۱	۱۱۶	۲۹	ی	۱۶۴	۱۸۲	۱۰۷
س	۱۱۶	۱۱۷	۸	تعداد صفحہ و رباعیات	۱۸۲		۹۱۴

تذکرۂ

مصنف رباعیات عمر خیام

اس نامور اور فاضل حکیم کا اصلی نام غیاث الدین ابوالفتح عمر بن ابراہیم ہے
اور خیام تخلص ہے جس کے معنی خیمہ دوز کے ہین - چنانچہ وہ خود لکھتا ہے **رباعی**

خیام کہ خیمہ ہاے حکمت می دوخت ۔ در کورۂ غم فتاد و ناگاہ بسوخت
مقراض اجل طناب عمرش چو برید ۔ دلّال قضا برایگانش بفروخت

دیگر

خیام تنت بہ خیمہ می ماند راست ۔ سلطان روح ست و منزلش دار فناست
فرّاش اجل ز بہر دیگر منزل ۔ از پا فگند خیمہ کہ سلطان برخاست

خیام کا باپ چادر دوزی کا کام کرتا تھا - شائد عمر نے اس خیال سے یا عجز و انکسار کے
باعث سے اپنے لئے یہ شاعرانہ نام (خیام) پسند کیا - اور یہ کچھ عمر پر ہی موقوف نہین ہے بلکہ
بہتیرے ایرانی شاعرون کے تخلص انکے پیشون کے لحاظ سے ہین - مثلاً عطار - نجار - وغیرہ
عمر گیارہوین صدی کے نصف اخیر پر ملک خراسان کے شہر **نیشاپور**
مین جو اہل فارس کا خطہ یونان اور علم و فضل کی کان مانا گیا ہے پیدا ہوا اور بارہوین
صدی کی چوتھائی اول مین رحلت فرما عالم جاویدانی ہوا - اور ایک سو برس سے کچھ زیادہ

مدت زندہ رہا۔ عمر کے تذکرہ کے ضمن میں دو اور مشہور و معروف شخصوں کے حالات بھی
بیان کئے گئے ہیں جو اُسی زمانہ اور اُسی مُلک میں تھے۔ اِن تینوں میں سے ایک شخص
ان تینوں کے واقعات کو قلمبند کرتا ہے۔ اس شخص کا نام نامی ابوالقاسم نظام الملک
تھا۔ جو طغرل بیگ تاتاری کے بیٹے سلطان الپ ارسلان اور اُس کے پوتا ملک شاہ کا
وزیر تھا۔ جس نے سلطان محمود غزنوی کے کمزور اور بے حیثیت جانشین سے ملک ایران
چھین لیا۔ اور سلجوقی خاندان کا بانی ہُوا۔ اور آخر الامر یورپ کو صلیبی لڑائیوں پر آمادہ کیا
اس نظام الملک نے اپنے وصیت نامہ میں جو آنے والے مدبّرین ملک کے لئے یادگار کے
طور پر چھوڑا تھا، حسب ذیل واقعات درج کئے ہیں۔

حضرت **امام موفق** رحمتہ اللہ علیہ نیشاپوری۔ اُس زمانہ میں سب سے بڑھ کر
صاحب یمن اور دانشمند تھے، اُس وقت کی پبلک میں اُن کی پرلے درجہ کی تعظیم و تکریم
تھی۔ اُن کی بیش قیمت اور لاثانی عمر پچاسی (۸۵) برس سے بھی کچھ اوپر ہوئی +

اُس زمانہ کے عام لوگوں کا امام صاحب موصوف کے بارے میں یہ اعتقاد تھا کہ
ہر ایک بچّہ جو آپ سے دینی علوم کا فیض حاصل کریگا وہ یقیناً معزز اور خوش نصیب ہوگا۔
اِس لئے میرے والد بزرگوار نے حکیم حاذق عبدالصمد کی حفاظت اور معیت میں مجھے شہر
طوس سے نیشاپور روانہ کیا۔ تاکہ میں اُس پاک امام کی بابرکت تعلیم اور مؤثر تربیت
سے مستفیض اور مستفید ہوں۔

امام صاحب موصوف مجھے ہمیشہ احسان اور شفقت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے
اور چونکہ مجھے بھی اُن کی شاگردی کی عزت نصیب ہوئی۔ اس لئے میرے دل میں بھی آپکی

کمال درجہ کی وقعت تھی - اس طرح پر پورے چار برس میں نے آپ کی صحبت میں بسر کئے -

اوّل ہی اوّل جب میں نیشاپور میں وارد ہوا - تو دو اور طالب علم بھی جو میرے ہم عمر تھے اور فطرتاً ذکی اور فہیم اس دارالعلوم میں وارد ہوئے یعنی **حکیم عمر خیام** اور بد قسمت **حسن بن صباح** ہم تینوں میں ولی محبّت اور یگانگت ہو گئی -

جب ہمارے اُستاد امام ہمام رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سبق سے فارغ ہوتے تو ہم تینوں اپنے آموختہ سبق کا تکرار کرتے حکیم عمر خیام خاص نیشاپور کا رہنے والا تھا - اور حسن بن صباح کا باپ مسمی علی بڑا محنتی اور جفاکش آدمی تھا - ہاں اُس کے مذہبی عقاید اچھے نہ تھے - بلکہ ایک بدعت پسند آدمی تھا - ایک دن حسن بن صباح مجھسے اور خیام سے یوں مخاطب ہوا

" دُنیا کے لوگوں کا یہ عام عقیدہ ہے کہ امام موفق کے شاگرد بڑے صاحب نصیب ہوتے ہیں - پس اگر ہم تینوں ایسے خوش قسمت نہ بھی ہوئے تو بھی بیشک کوئی ایک تو ہم میں ایسا نکل ہی آوے گا - پھر اگر ہم میں سے کسی ایک پر خدا ایسا موقعہ لاوے تو ہمیں آپس میں کیا عہد و پیمان کرنا چاہئے - آؤ ہم آپس میں حلف اُٹھائیں کہ جو شخص ہم میں سے صاحب نصیب نکلے - وہ باقی دونو ساتھیوں کا بھی حصہ کرے اور تنہا خوری کو عمل میں نہ لاوے - ہم دونو یعنی نظام الملک اور عمر خیام نے جواب دیا کہ واقعی ایسا ہی ہونا چاہئے - اور مذکورہ بالا شرط پر ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہو گیا "

اس پر ایک مدت مدید اور عرصہ بعید گزر گیا میں خراسان سے ٹرینس اکسیانا کو چلا گیا پھر غزنی اور کابل کی سیر کی - اور جب میں وہاں سے لوٹ کر آیا تو سلطان الپ ارسلان کے دربار

مین مجھے وزیر الملک کا عہدہ عطا ہوا اور مین انتظام ملک مین مصروف ہوا۔

حسن بن صباح میرے پاس آیا اور اس وعدۂ دیرینہ کا ایفا چاہا، چنانچہ حسن کی درخواست اور میری سفارش پر بادشاہ نے ایک جلیل القدر عہدہ حسن کو عطا کیا، لیکن حسن نے اُس پر قناعت نہ کی، اور دربار شاہی کے برخلاف ایک سازش مین شریک ہوا، اور مجھے شکست دینے کے لئے ایک نابکار حرکت کی مگر ناکام رہا، اور اُلٹا آپ ہی بے عزّت ہو کر عہدۂ مذکور سے الگ کیا گیا۔ اور بہت سی آوارہ گردیون اور تکلیفون کے بعد اسماعیلیہ فرقہ مین داخل ہو کر فرقہ باطنیہ کا امام ہوا۔ یہ وہی فرقہ ہے، جو حشیشین کے نام سے نامزد ہے، اور جس نے حسن بن صباح کی راہ نمائی اور مستقل مزاجی سے بڑی بڑی ترقیان کین۔

سنہ ۱۰۹۰ء مین اُس نے قلعہ الموت پر جو کہ صوبہ رود بار اور بحیرۂ کیسپین کے جنوبی سلسلہ کوہ مین واقع ہے۔ بڑی چالاکی اور فریب سے قبضہ کر لیا۔ یہ وہی پہاڑون کا سلسلہ ہے جن مین اُس نے صلیبی مجاہدین مین بدرجہ کمال ناموری حاصل کی، شیخ الجبل کا خطاب پایا۔ اور اسلامی دنیا کو سخت خطرہ مین ڈال دیا۔

حشیشین کا لفظ حشیش سے نکلا ہے جو ایک قسم کی خود رو بوٹی ہوا کرتی ہے جسے ہندی زبان مین بھنگ بولتے ہین، اور جس کو صاف و شفاف اور نفیس شربتون مین ملا کر اس فرقہ کے فدائیون کو پلا کر مذہبی دیوانے بناتے تھے، اور اُن کو جعلی بہشت اور سبز باغ دکھلا کر اُن سے اپنے مخالفین کی گردنین اُڑواتے تھے۔ اس ہولناک فرقہ کے فدائیون کی غضب ناک تلوارون کے مقتولون مین سے نظام الملک مذکور بھی تھا۔ جو حسن مذکور کا مُربی، محسن، اور پرانا ہم جماعت تھا ایک مدّت کے بعد عمر خیام بھی وزیر موصوف (اپنے کلاس فیلو) پرانے ہم جماعت

کے پاس قسمت آزمائی کے لئے حاضر ہوا۔ مگر وہ کسی شاہی جلیل القدر عہدہ، پولٹیکل معاملات
درباری خطاب یا منصب کا طالب نہ ہوا، بلکہ اُس نے بڑے سے بڑے عطیہ، اور مرحمت خسروانہ
کی جو التجا کی، تو وہ صرف یہی تھی ۔ کہ

"آپ مجھے اپنی دولت اور نعمت کے سایہ تلے ایک چھوٹا سا جھونپڑا عنایت
کریں جس میں رہ کر ملک میں علم کی روشنی پھیلاؤں ، اور اس کے شکریہ
میں ہمیشہ آپ کے مال وجان کو دعائیں دیا کروں گا "

وزیر الملک کا بیان ہے کہ جب میں نے عمر کو اپنے اس ارادے پر مضبوط پایا تو پھر کسی ملکی عہدے
کے تفویض کرنے پر اس کو مجبور نہ کیا اور بارہ سو اشرفی سالانہ نیشا پور کے خزانہ سے اُس کے
لئے وظیفہ مقرر کردیا۔ اور اس طرح کے گذارہ پر عمر خیام نے ہر ایک قسم کے علوم میں عموماً اور ہیئت
کے علم میں خصوصاً ناموری حاصل کی ۔

ملک شاہ کے عہد سلطنت میں وہ مرو میں بھی وارد ہوا۔ جہاں پر اس کے علم
وفضل کی بدرجہ غائت قدر ومنزلت ہوئی اور بادشاہ مذکور نے اس کو بڑے بڑے انعام
واکرام سے نہال اور مالا مال کردیا ۔

جب سلطان ملک شاہ نے تقویم ملک کی اصلاح کا ارادہ کیا۔ اور اس کام کے واسطے
بڑے بڑے اکابر منتخب کئے ۔ تو عمر خیام بھی اُن آٹھ فاضلوں میں سے تھا جو اس کام پر لگائے
گئے تھے ۔ اس کام کا نتیجہ سنہ جلالی تھا۔ اور جلالی کا لفظ جلال الدین کی طرف منسوب ہے
جو ایک بادشاہ کا نام تھا ۔ گبن کا قول ہے کہ یہ ایک زمانہ کا شمار تھا۔ جو قیصر جولیس کی تقویم
پر بھی فوقیت رکھتا تھا ۔

عمر خیام اپنے زمانہ کا فاضل اجل ہونے ہر ایک قسم کے علوم یونانی ہین عموماً اور علم فلسفہ اور نجوم میں، خاص کر استاد کامل ہونے کے علاوہ نقشجات علم ہیئت (زیچ) کا بھی مصنف ہے۔ اور اہل فرانس نے اُس کے ایک عربی رسالہ کا جو جبر و مقابلہ پر ہے ترجمہ کر کے چھپوایا ہے۔ اِس قسم کے علمی اشغال ہین اپنی حیات مستعار کے ایام بسر کر کر ۱۱۲۳ء مطابق ۵۱۷ھ شہر نیشاپور ہین اُس نے **وفات** پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

خواجہ نظامی سمرقندی جو اُس کے شاگردون ہین سے تھا۔ اُس کے مزار کے متعلق اس طرح پر رقمطراز ہے۔ **حکائت** مجھے عموماً نیشاپور کے ایک سہادے نے باغ ہین اپنے استاذ عمر خیام سے قیل و قال کا موقع ملا کرتا تھا۔ اثناے کلام ہین ایک دِن آپ نے فرمایا۔

«میری قبر ایسی جگہ ہوگی کہ بادِ شمال اُس پر گل افشانی کیا کریگی»

ہین نے بظاہر آپ کے اِن الفاظ پر تعجب کیا۔ مگر ہین خوب جانتا تھا۔ کہ یہ الفاظ یونہی رایگان نہین جانے کے۔ چند برسون کے بعد جو مجھے پھر نیشاپور ہین جانے کا اتفاق پڑا۔ تو کیا دیکھتا ہون کہ یہ مزار ایک باغ کے باہر واقع ہے۔ اور درختون کی میوہ جات سے لدی ہوئی شاخین دیوار باغ پر سے ہو کر مزار ند کو پر جھکی پڑی ہین۔ اور اُس پر گل افشانی کر رہی ہین۔ یہانتک کہ لوحِ مزار اُن کے نیچے چھپا ہوا تھا۔ اور ان دو رباعیات کا مطلب پورا ہوا جس کو استاد مرحوم پڑھا کرتا تھا۔

رباعی

چون ابر بہ نوروز رُخِ لالہ بشُست ۔۔۔ برخیز و بجامِ بادہ کُن عزمِ درست
این سبزہ کہ اِمروز تماشا گہِ ماست ۔۔۔ فردا ہمہ از خاکِ تو برخواہد رُست

دیگر

اے دل چو زمانہ میکند غمناکت ناگہ برود ز تن روان پاکت
بر سبزہ نشین و خوش بزی روزے چند زان پیش کہ سبزہ بردمد از خاکت

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ بھی ایسا ہی فرماتے ہین۔ **قطعہ**

آہ ہرگاہ کہ سبزہ در بستان بدمید ے چہ خوش بدے دل من
بگذر اے دوست تا بوقت بہار سبزہ بینی دمیدہ بر گل من

لارڈ کرزن سابق وائسرائے ہند کے سفرنامہ ایران کا ترجمہ جو جناب مولوی ظفر علی خان صاحب نے کیا ہے۔ اس مین جو لارڈ موصوف نے عمر خیام کے مقبرہ کے باب مین تحریر کیا ہے اس کو نہائت حسرت اور یاس کے ساتھ اس موقعہ پر درج کیا جاتا ہے افسوس ہے کہ ایران کے مسلمان بھی ایسی غم زدہ حالت مین ہین جیسے ہم۔ ہندوستانی مسلمان لارڈ موصوف یون رقمطراز ہین۔

مقبرۂ عمر خیام بہت سے اہل مغرب ناظرین شائد نیشاپور کو صرف اس تقریب سے پہچانتے ہون گے کہ یہ ایران کے اس ہیئت دان نامی گرامی شاعر عمر خیام کی آرامگاہ ہے جس کا نام اور جس کا کلام موجودہ نسل کو فٹز جیرلڈ کے بے نظیر ترجمہ اور اس سے کمتر درجے کے بہت سے شاعرون کے مطابق اصل و تصرف آمیز تراجم کے ذریعہ سے اچھی طرح معلوم ہو گئے ہین۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اصحاب ثانی الذکر مین سے کسی ایک کی تصنیف کے دیباچہ مین مین نے یہ منکسرانہ درخواست لکھی ہوئی دیکھی تھی کہ:-

"کاش کوئی شخص میری اس کتاب کو نیشاپور مین لیجا کر عمر خیام کے مقبرہ پر نذر چڑھا دے"

اگر میرے پاس یہ کتاب موجود ہوتی تو یقیناً مین نے راقم کی درخواست کی تعمیل کی ہوتی اور جس وقت مین نے اپنا غیر ضروری سامان علیحدہ کیا تھا اُسی وقت شاعر کی قبر پر اِس کتاب کو بھی نذر چڑھا دیتا - اگرچہ مجھے خوف ہے کہ اگر عمر خیام کی قبر کی تباہ اور ردّی حالت کو اس کے انگریزی مُعتَرفین دیکھتے تو اُنہین سخت صدمہ پہنچتا - یہ قبر ایک ویران سے باغ مین ہے جس مین کبھی پھولون کی کیاریان اور پانی کی نہرین تھین - مگر اب سوائے خس و خاشاک کے اور کچھ نہین رہا - قبر پر کوئی کتبہ نہین ہے - جس سے شاعر کے نام یا شہرت کا پتہ چل سکے - اور مقامِ افسوس ہے کہ آج کل کے ایرانی عمر خیام کی مُشت خاک کی طرف سے ویسے ہی بے پروا ہین جیسے اُنیسوین صدی کے اہل لنڈن لیتھوپیرس یا اُلیم آف ماس بری کی خاک کی طرف سے"

فٹزجیرلڈ صاحب اپنے دیباچہ انگریزی ترجمہ رباعیات عمر خیام مین جو خیالات لکھتے ہین - افسوس ہے کہ اُن مین سے بعض خیالات کے ساتھ ہمارے دوستون کا اتفاق رائے نہین ہے - بہرحال اُن مین سے بھی چند ایک کو لکھتے ہین - اور ان پر اپنا ریمارک کرتے ہین - وہ فرماتے ہین :-

"باوجود اس امر کے کہ عنایات سلطانی عمر خیام پر زیادہ سے زیادہ ہو رہی تھین پھر بھی اِس کے خیالات اور زبان کی عشرت پسند جُرات نے اُس کو اپنے زمانہ اور ملک کی ملامتون کا ہدف بنا دیا تھا - بیان کیا جاتا ہے کہ صوفی لوگ خاص طور پر اُس سے مُتنفّر اور ترسان تھے - اِس لئے کہ وہ اُن کے طریقہ کی تضحیک کرتا تھا - حالانکہ اُن کے مذہب سے اگر تصوّف اور اسلام کے چند خود ساختہ اصول الگ کر دئے جائین تو عمر خیام کے مذہب سے اُن کے مذہب کا کچھ خفیف سا تفاوت باقی رہ جاتا ہے - فردوسی کے سواء باقی ایران کے بیشمار صوفی مشرب شُعرا جن مین

حافظ شیرازی بھی شامل ہے۔ زیادہ تر عمر خیام کے خیالات کے ہی خوشہ چین ہین۔ اگرچہ اُن خیالات کو وہ صوفیانہ رنگ دیکر اپنے اور سامعین کے مذاق کے مطابق بنا دکھلاتے ہین علاوہ برین ان مذکورہ بالا شعرا کے زمانہ کے لوگ زود اعتقاد بھی تھے۔ یعنی جس طرح پر کسی بات پر جلد شک کرنے لگتے تھے۔ ویسی ہی سرعت کے ساتھ اُس پر یقین بھی کر لیتے تھے۔ اُن کی رُوحانی اور جسمانی حسّین بہت تیز تھین۔ اور وہ اِس قسم کے ذومعنی اشعار کو بہت پسند کرتے تھے۔ جن سے ان کو اِس دنیا کے کامون کا بھی لُطف آوے۔ اور آئندہ دُنیا کے خیالات سے بھی حظ اُٹھائین۔

عمر خیام کے خیالات اس قسم کی ریاکاری سے کچھ مناسبت نہ رکھتے تھے۔ پس خدا کی ہستی کے دریافت سے ناکامیاب ہو کر اُس نے قسمت کو ہی خالق جانا اور آخرت سے انکار کر کے اِس دنیا پر ہی یقین کیا [لہ]

لہ خدا کی ہستی کے دریافت سے اگر خیام ناکام رہتا۔ تو خداوند تعالی کی پاک ذات کو اپنی بیش قیمت اور لاثانی نظم مین یون بری العیب اور عالم الغیب نہ باندھتا جس طرح پر ان رباعیات سے ظاہر ہوتا ہے۔

رباعی

در دیدۂ تنگِ مور نُور ست از تو ۔ در پائے ضعیف پشہ زور ست از تو
ذاتِ تو سزا است مر خداوندی را ۔ ہر وصف کہ نا سزا ست دور ست از تو

ودیگر

کس را پسِ پردۂ قضا راہ نشد ۔ ز سرِ خدا ہیچ کس آگاہ نشد
ہر کس ز سر قیاس چیزے گفتند ۔ معلوم نہ گشت و قصہ کوتاہ نشد

خیام خداوند تعالی کو ہی اپنا مالک حقیقی یقین کرتا ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرتا۔ تو ایسی درد انگیز مناجاتین جن کے

اِس لئے اُس نے روح کو موجودہ اشیاء پر قناعت کرنے سے ہی خوش ہونا بہ نسبت آخرت کی موہوم پیچیدگیون کے بہتر سمجھا۔ اِس امر کا تو اوپر ذکر ہو ہی چکا ہے کہ اُس کی دُنیاوی تمنّا کچھ بہت بڑی نہ تھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ بمقابلہ روحانی خوشبون کے حسّی خوشیون کی تعریف یا تو مذاق سے کرتا ہے۔ یا مجبور ہو کر رُوحانیت کی تعریف مین اُسے زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔

بقیہ حاشیہ پڑھنے سُننے سے انسان عالم وجد مین آجاتا ہے۔ اس کے دل و دماغ۔ اور زبان قلم سے نہ نکلتین۔ مگر یہ باتین صرف کسی کے بتلائے ہوئے الفاظ ترجمہ کر لینے سے کہان حاصل ہو سکتی ہین۔ جب تک اصل زبان سے واقفیت نہ ہو۔ اور شاعر کے کلام کو خود بذاتہٖ غور و فکر سے مطالعہ نہ کیا ہو۔ ایک عقلمند انسان غور کر سکتا ہے۔ کہ ایک ایسا شخص جو (۱) مسلمانون کے خاندان مین پیدا ہوا (۲) مسلمان پیدا ہوا (۳) اُس کا شفیق اور ناصح اُستاد مسلمان تھا۔ اور مسلمان بھی کیسا۔ امام وقت اور سرآمد روزگار جس کے فیض تعلیم سے اُس وقت کے لوگ برکت ڈھونڈتے ہون (۴) ایسے استاد سے اُس نے تعلیم پائی ہوا ور (۵) اُس کے ہم جماعت دُنیا مین مسلم الاعتقاد ات کہنے والے مسلمان ہون۔ پھر اُس کے مسلمان ہونے کے تائید اس کے خاص کلام سے بھی ہوتی ہے۔ تو بھی ہم اُس کے مسلمان ہونیکے ثبوت مین اسکے تمام شاعرانہ کلام سے قطع نظر کر کر خاص مناجاتی حصہ کی چند رباعیات اِس مقام پر لکھتے ہین۔ جن سے وہ اپنے اُڑے وقتون مین نفس لوّامہ کی ملامت سے اپنی گذشتہ زندگی پر ایک نظر ڈالتا ہے۔ اور اپنی فرو گذاشتون غلط رفتاریون سے نادم ہو کر اُن کے روحانی نتائج سے محفوظ رہنے کے لئے اُس علیم و قدیر۔ اکمل و اعلیٰ حاکم کی طرف خلوص دل سے دعا مانگتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

رباعیات

	بکشائے درے کہ در کشائندہ توئی من دست بہ ہیچ دستگیرے ندہم	(۱)	بنماء رہے۔ کہ راہ نمائندہ توئی کایشان ہمہ فانی اند و پائندہ توئی	
	یارب بکشا بر من از رزق درے از بادہ چنان مست نگہدار مرا	(۲)	بے منت مخلوق رسان ماحضرے کز بے خبری نباشدم درد سرے	

اگرچہ نیتجہ اُس کے اور عوام کے اُن سوالات کا پورا پورا جواب نہین ہوسکتی جن کے ساتھ سب لوگون کا تعلق ہے خواہ کسی وجہ سے ہو۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے عمر خیام اپنی ملک مین کبھی **ہر دل عزیز** نہین ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسکی تصانیف دنیا مین کم شائع ہوئین۔ اِسکی نظمون کے مسودے متواتر قلمی نقلین ہونے کی وجہ سے مشرقی ملکون مین اتنے کم ہوگئے کہ باوصف ملکی فتوحات اور حکومت کے مغرب مین گویا پہنچے ہی نہین۔ تمّ کلامہٗ

(۳)

یک یک ہنرم بین و گناہ دہ دہ بخش
ہر جرم کہ رفت حسبۃً للہ بخش
از بادِ ہوا۔ آتشِ کین را مفروز
ما را بدرِ خاکِ رسولِ اللہ بخش

(۴)

گر من گنہ بر روئے زمین کردستم
عفوِ تو امید ست کہ گیرد دستم
گفتی کہ بروزِ عجز دستت گیرم
عاجز تر ازین مخواہ کہ اکنون ہستم

(۵)

گر گوہرِ طاعتت نسُفتم ہرگز
ور گردِ رہت ز رُخ نرفتم ہرگز
نومید نیم ز بارگاہِ کرمت
دانی کہ یکے را دو نگفتم ہرگز

(۶)

با نفس ہمیشہ در نبردم چکنم؟
وز کردۂ خویش تن بدردم چکنم؟
گیرم کہ ز من درگذرانی بکرم
زین شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چکنم

(۷)

یا رب اگر گناہِ بیحد کردم
بر جان و جوانی و تنِ خود کردم
چون بر کرمت وثوقِ کلی دارم
برگشتم و توبہ کردم و بد کردم

(۸)

بر سینۂ غم پذیرِ من رحمت کن
بر حالِ دلِ اسیرِ من رحمت کن
بر پائے خرابات روِ من بخشاء
بر دستِ پیالہ گیرِ من رحمت کن

صاحب موصوف کا یہ مقولہ کہ خیام اپنے ملک مین کبھی ہردل عزیز نہین ہوا۔کسی حد تک درست ہے ایک ضرب المثل ہے۔کہ حکیم اپنے وطن مین اپنی عزت کم ہی دیکھتا ہے، ایسے بہت سے پاک، بزرگ اور حکیم وغیرہ صفحۂ ہستی پر ہو گزرے ہین۔کہ ان کی وفات

بقیہ حاشیہ۔ہم نے صرف آٹھ رباعیات مناجاتی پر ہی قناعت کی ہے۔جن سے نہ صرف ہماری مذکورہ بالا دعوے کی تصدیق ہوتی ہے۔بلکہ یہ بھی صاف ثابت ہے۔کہ خیام کا حضرت محمد رسول سلام علیہ پر بھی پختہ ایمان ہے۔اور خداوند تعالی کو وہ قادر مطلق۔غفور الرحیم۔یقین کرتا ہے۔

فٹز جیرلڈ کے خیالات کے برخلاف۔خیام بڑے زور سے آخرت یا قیامت پر ایمان لاتا ہے چنانچہ وہ اپنے معشوق کی زبردستی کی داد کی امید کو جو روز قیامت مین خداوند تعالی سے اُسے ہے اِن الفاظ مین بیان کرتا ہے۔

رباعی

روزے کہ شود اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ	وآن دم کہ بود اِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ
من دامنِ تو بگیرم اندر عرصات	گویم صنما بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ

خیام اپنی ایک رباعی مین آخرت کے عذاب سے خوف دلا کر اپنے مخاطب کو یون شرم دلاتا ہے۔

رباعی

از آتشِ آخرت نمی داری باک	وز آبِ ندامت نشدی ہرگز پاک
چون بادِ اجل چراغِ عمرت بکشد	ترسم کہ ترا زننگ نپذیرد خاک

اس کو پورا پورا یقین ہے۔کہ اِس دُنیا سے سدھار کر ایک نئی دُنیا مین جانا ہے۔اور اُس احکم الحاکمین کے حضور مین حاضر ہو کر اپنے افعال اور کردار کی جوابدہی کرنا ہے چنانچہ حسب ذیل دو رباعیان لکھی جاتی ہین

رباعی

شرمت نامد ازین تباہی کردن	زین ترکِ اوامر و نواہی کردن
گیرم کہ سراسر این جہان ملکِ تو شد	جز آنکہ رہا کنی چہ خواہی کردن

دیگر

سر ہمہ دانا ے فلک می داند	کو مو بمو رگ برگ می داند
گیرم کہ بزرق خلق را لفریبی	با اُو چہ کنی کہ یک بیک می داند

کے بعد ملک اور قوم نے ماتمی لباس پہنے - دِل گداز اور جگرسوز مرثیے لکھے - بڑے بڑے خطاب دِئیے - مگر اپنی زندگی مین اُنھون نے خاک ہی قدر و قیمت نہ پائی - سچ ہے قدر شاعر بعد از مرگِ شاعر **غنی**

نہ گردد شعر من مشہور تا جان در تنم باشد	که بعد از مرگ آہو نافه بیرون می دہد بورا

اگر سچ پوچھو تو ایسے لوگ کہان مرتے ہیں - جو اِس قسم کے عالی شان کارنامے آئندہ نسلون کے لیئے دنیا میں چھوڑ جاتے ہیں - **حافظ**

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق	ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کاشکے آج عمر خیام صفحہ ہستی پر نمودار ہو کر اپنی آنکھون سے دیکھتا اور اپنے کانون سے سُنتا کہ ہر ایک طبقہ کے لوگ عموماً اور حکمائے دہر - فضلائے عصر اخبارون کے جادو نگار اڈیٹر اور اُن کے لائق فائق نامہ نگار وغیرہ اُس کے باب مین کیا کچھ لکھہ رہے ہین اور پبلک اُس کے مقولون کو کس ذوق و شوق سے پڑہتی اور سُنتی اور ان کی قدر و منزلت کرتی ہے - اور سب سے بڑھکر اہلِ یورپ جو ہر ایک ہنر و فن کی قدر کرنے والے ہین - اُنھون نے خیام کے کارنامون کو اِس عزّت اور تعظیم کے ساتھ اپنے سر اور آنکھون پر رکھا ہے - اور اُسکی تصانیف کے زندہ کرنے مین وہ وہ اہتمام کیئے ہین جو خود بدانہ خیام کے خواب و خیال مین بھی نہ تھے -

مگر خیام تو شان و شوکت اور ظاہری نمود سے سینکڑون کوس بھاگتا تھا اور اِس قسم کی ظاہری ناموری کی بجکنی چاہتا تھا - جیسا کہ وہ اس رباعی مین ظاہر کرتا ہے **رباعی**

در راہ چنان رَو کہ سلامت نکنند	با خلق چنان زی کہ قیامت نکنند

در مسجد اگر روی چنان رو کہ ترا	در پیش نخوانند و امامت نکنند

اگر وہ جبہ و دستار وغیرہ سے آراستہ ہو کر اپنے گلے مین کدو ڈالتا - اور تسبیح ہزار دانہ سے کام لیتا - اور اپنے خلاف کانشنس مداہنت کی راہ و رسم سے لوگون کو اپنی طرف بولاتا تو خدا جانے کس قدر خلقت اس کے پیچھے ہو لیتی اِس لئے کہ دُنیا بھیڑ چال ہے مگر قدرتی طور پر اُس کو اِن باتون سے نفرت تہی - وہ ایکدو رباعیون میں یون نصیحت کرتا ہے

رباعی

پندے دہمت اگر بمن داری گوش	از بہر خدا جامۂ تزویر مپوش
عقبیٰ ہمہ روزہ است و دُنیا یک دم	از بہر دمے ملک ابد را مفروش

دیگر

یک جرعۂ مے ز مُلک کاؤس بہ است	وز تخت قباد و ملکت طوس بہ است
ہر نالہ کہ رندے بسحرگاہ زند	از طاعت زاہدان سالوس بہ است

خیام کی رباعیات کے کم شائع ہونے کی ایک تو یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جن خیالات کا وہ اپنے زمانہ مین موجد تھا اُن کے سمجھنے والے لوگ شاذ و نادر ہی تہے اس لئے کہ وہ سبز دماغ اور عالی خیال شخص تھا - اور سطحی خیالات کے انسانون کا یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص اُن سے بڑھ کر قدم رکھے - فورًا اوس سے متنفر اور کنارہ ہو جاتے ہین - حافظ شیرازی کی شہرت کا یہ باعث ہوا کہ عمر خیام کے خیالات کو اُس نے مذہبی رنگ اور تصوف کے لباس مین رنگ دیا - اور بموجب قول فٹز جیرلڈ یہ بات عمر خیام کے نصیب نہ ہوئی -

دوسری وجہ یہ ہے کہ مختلف قلمی نسخے جو مختلف کتب خانون مین بے ترتیب اور

نا مکمل ہونے کی حالت مین موجود ہین - تو یہ رباعیات مختلف مذاق کا مجموعہ ہین اس لئے ہر ایک مذاق کے اہل علم لوگون نے اس مجموعہ سے اپنے مطلب اور مذاق کے مطابق رباعیات منتخب کر لین جن کو اُنہون نے علیحدہ علیحدہ کتابون کی شکلون مین رکھ لیا کسی نسخہ مین وہی رباعیات ہین جن کا بادہ نوشی سے ربط ہے کسی مین وہی جو دنیا کی عیش و عشرت سے تعلق رکھتی ہین کسی مین ازین قبیل کہ دُنیا غدار اور بے ثبات ہے کسی مین کوزہ نامہ کسی مین ساقی نامہ وغیرہ وغیرہ -

یہی باعث ہے کہ فٹزجیرلڈ صاحب نے چھانٹ چھونٹ کر صرف پچھتّر رباعیات کا ترجمہ کر کر ایک علیحدہ نسخہ تیار کیا ہے - صاحب موصوف کا خیال ہے کہ دراصل رباعیات کی تعداد اسی قدر ہے - اور باقی رباعیات پھیر پھار کر یا الفاظ دیگر انہین ۵ ۷ کا ہی اعادہ ہے - سُبحان اللہ صاحب موصوف کی کیا ہی سخن فہمی ہے - اگر بدنصیبی سے کسی کے ہاتھ یہی نسخہ آجاوے گا تو وہ عمر خیام کے فضل و کمال کا کیا اعتراف یا اندازہ کرے گا - حالانکہ اصل رباعیات ایک ہزار کے لگ بھگ ہین - پس کیا ہی عمدہ مقولہ ہے ہمارے پیارے عمر خیام کا جس کو ایک رباعی کی شکل مین بیان کرتا ہے **رباعی**

صیاد نہٖ صدیثِ تخمیر مکن	چیزے کہ نخواندہٗ تو تفسیر مکن
گر پیرِ طریقت از تو معنی طلبد	از دیدہ بکن روائت از پیر مکن

اس مین شک نہین کہ ایک ایک مضمون کو کئی ایک رباعیات مین مختلف پیرایون مین ادا کیا گیا ہے - گر پیرایہ بدلنا اور تفنن عبارت بھی تو کوئی چیز ہے اور صنائع بدائع لفظی و معنوی بھی تو کوئی ہنر ہے - لیکن یہ باتین اصل زبان فارسی کے عالمون سے علاقہ رکھتی ہین

اور غیر زبان والے اس لطف کا کہان حظ اُٹھا سکتے ہین۔ اور اگر سچ پوچھا جاوے تو کسی فصیح و بلیغ نظم کو غیر زبان مین ترجمہ کرنے سے اُس کا باقی ہی کیا رہ جاتا ہے بہرحال ہم اِس حصۂ کلام کو یہین چھوڑتے ہین۔ اور خیام کے جواہرات کے خزانہ کا رُخ لیتے ہین۔

عمر خیام علوم حکمیہ مین اپنے زمانہ کا یکتا، اور لاثانی مانا گیا ہے۔ آپ کے کلام فیض التیام سے سامعین کا دماغ مثل گلشن معطر ہوتا ہے۔ رُباعی کے فن مین وہ ایسا اُستاد کامل ہے کہ اپنا آپ ہی لاثانی ہے۔ بندش الفاظ، سادگی کلام، اور نرالے فلسفہ کے ساتھ ہی اِس کی ایک ایک رباعی مین دنیا بھر کے ہزارون تجربے اور مشاہدے بھرے پڑے ہین۔ اس کی بعض رباعیات قرآن مجید کی آیات کا ایک طرح سے ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔ جو پند و نصایح کے پیرایہ مین ادا کی گئی ہین۔ قرآن مجید مین ہم پڑھتے ہین

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ[1] (حم سجدہ آیہ ٣٤)

خیام اِس پاک آیت کے موافق یون لکھتا ہے۔ رباعی

با دشمن و دوست فعل نیکو۔ نیکوست	بد کے کند آنکہ نیکی اش عادتِ وست
با دوست چو بد کنی شود دشمنِ تو	با دشمن اگر نیک کُنی گردد دوست

اسی مضمون کو پیرایہ بدل کر یون بیان کرتا ہے رباعی

بیگانہ اگر وفا کند خویش منست	ور خویش جفا کند بداندیش منست
گر زہر موافقت کند تریاق ست	ور نوش مخالفت کند نیش منست

[1] ترجمہ۔ پس اختیار کر اس خصلت کو کہ بہتر ہے یعنی اگر کوئی سخت کلام کرے یا برا معاملہ کرے۔ تو تو اسکے عوض مین وہ کر جو اس سے بہتر ہو۔ ایسا کرنے سے تیرا دشمن اس طرح ہو جاویگا۔ کہ گویا تیرا جانی دوست ہے ١٢

قرآن مجید مین ہم پڑہتے ہین فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا[1] الآیہ خیام اِس آیت کے مطلب کا گل و بلبل کے مکالمہ مین اِس طرح اظہار کرتا ہے۔ رباعی

گل گفت بہ از لقاے من روے نیست	چندین ستم گلاب گر بارے چیست
بلبل بزبانِ حال با او می گفت	یک روز کہ خندید کہ سالے نگریست؟

تمام تصوف کا لُب لباب صرف ایک آیت قرآن مین اگیا ہے۔ یعنی قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ[2] اور سورۂ یوسف میں امراۃ العزیز کی زبان سے یون ادا ہوا ہے۔ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ[3] پس نفس امارہ کا رام کر لینا ہی فوز عظیم ہے۔ اور اسی کی سرکشی سے سب جھگڑے اور بکھیڑے ہین مولوی معنوی قدس سرہٗ فرماتے ہین۔

نفس اژدرہاست این کے مردہ است ۔۔۔ از غم بے آلتی افسردہ است

خیام اس مضمون کو ایک رباعی مین یون ادا کرتا ہے رباعی

نفست بسگِ خانہ ہمی ماند راست	جز بانگِ میان تہی از و ہیچ نخاست
روبہ صفت ست خوابِ خرگوش دہد	آشوب پلنگ دارد و گرگ و غاست

ایک پُرانی کہانی ضرب المثل ہو رہی ہے۔ کہ ایک دن خیام نے عالمِ سکر مین یہ رباعی کہی۔

---

[1] چاہئے کہ تھوڑا ہنسین اور بہت روئیں۔

[2] جس شخص نے اپنے نفس کو پاکیزہ کیا۔ بے شک اُس نے دونون جہانون مین فلاح پائی۔

[3] اور مین اپنے نفس کو بری نہین کرتی۔ بیشک نفس البتہ فریب دینے والا ہے برائی پر۔ مگر اس وقت کہ میرا پروردگار مہربانی کرے۔ بیشک میرا پروردگار بخشنے والا ہے۔ مہربانی کرنے والا۔

رباعی

ابریق مئے مرا شکستی ربی	بر من در عیش را بہ بستی ربی
برخاک بریختی مئے ناب مرا	خاکم بدہن مگر تو مستی ربی

اس رباعی کے کہتے ہی خیام کے تمام چہرہ کا رنگ سیاہ ہوگیا۔ اور محفل کے جلیس و انیس سب کے سب چلتے پھرتے نظر آئے۔ خیام نے آئینہ مانگا جب اپنی شکل کو دگرگون دیکھا تو ہنس دیا اور مندرجہ ذیل رباعی کہی

رباعی

ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو	آن کس کہ گنہ نہ کرد چون زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی	پس فرق میان من و تو چیست بگو

کہتے ہین کہ اس رباعی کے کہنے سے فوراً اُس کی صورت درخشندہ ہوئی۔ اور چہرہ سورج کی طرح چمکنے لگا اور خداوند تعالی کا شکر ادا کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

پہلی رباعی کے باعث چہرہ کا رنگ سیاہ ہونے مین اگر کسی کو شک ہو تو بھی دل کے سیاہ ہونے مین تو کچھ شبہ و کلام نہین ہوسکتا۔ خداپاک کے حضور مین نہایت گستاخی اور بیباکی سے "مستی ربی" کہنا سراسر سیاہ دلی نہین تو اور کیا ہے۔ مگر دوسری رباعی میں جو نہائت عجز و الحاح سے اپنے گناہون کا اعتراف کیا گیا ہے تو وہ پاک ذات جسکی رحمت بہانہ طلب ہے بمصداق آیت کریمہ

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ	اے پیغمبر میری طرف سے میرے بندون کو کہدے کہ (تمہین اللہ تعالی فرماتا ہے) اے میرے وہ بندو جو اپنی جانون پر زیادتی کر بیٹھے ہو تم خدا کی رحمتون سے مایوس نہ ہو جاؤ

اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِنَّہٗ ھُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡم (زمر ۵۳)	بیشک اللہ بخشتا ہے سب کے سب گناہ بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ہم روسیاہون کے گناہون کو اپنے خلقِ کریم رحمتِ عظیم اور شفقتِ عمیم سے معاف کردے تو اُس کے آگے کیا مشکل ہے۔

دولت دنیا

یہ دولتِ دُنیا بازرگچہ ایسی ساحرہ اور دل فریب مشوقہ واقعہ ہوئی ہے کہ اس کے حصول کیلئے کچھ اس زمانہ کے لوگ ہی ہاتھ پاؤن نہین مارتے بلکہ ہر زمانہ مین ایسی ہی کشمکش چلی جاتی ہے جس طرح پرکہ رندان مدہوش اور مفلسانِ بلانوش کو مرغوب ہے۔ ویسی ہی پارسایان خموش اور اہلِ دین حق نیوش کو مطلوب ہے۔ کوئی کام عام اس سے کہ دین کا ہو یا دُنیا کا بغیر اس کے چلنا محال بلکہ جنجال ہے۔ پس عالی دماغ خیام اس مضمون کو یون رقم کرتا ہے۔

رباعی

گوئند کہ مردرا ہنر سے باید	یا نسبتِ عالیِ پدر سے باید
امروز چنان شدست در نوبتِ ما	کا نہا ہمہ ہیچ زر سے باید

دیگر

سیم ار چہ نہ مایۂ خرد مند است	بے سیمان را بلاغِ جہان زندانست
ازدستِ تہی بنفشہ سر زیر افگنست	در کیسۂ زر دہانِ گل خندانست

محنت

مگر وہی دولت و مال خوشگوار ہے جو اپنے دس ناخنون کی کمائی سے حاصل کیا جاوے

اور ناجایز وسائل سے اپنے دل و اعضا کو میلا اور آلودہ نکیا جاوے۔ اور اگر ایسا مال مزکی تلاش کیا جاوے تو بجز محنت اور مشقت کے حاصل نہین ہوتا۔ اگر اپنے ہاتھہ پانو کو اپاہجون کی طرح بیکار چہوڑکر بیٹھہ رہین اور پہر ایسی تمنا بہی دل مین رکہین۔ تو

این خیالست و محالست و جنون

خیام ایسے مال کے حاصل کرنے کی طرف یون اشارہ کرتا ہے **رباعی**

وردہر کسے بگلِ عذارے نرسید	تا بردلش از زمانہ خارے نرسید
در شانہ نگر کہ تا بصد شاخ نشد	دستش بسرِ زلفِ نگارے نرسید

خیرات کی روٹیان

اور اگر محنت و مزدوری سے گریز اختیار کر کر خیرات کی روٹیون پر ہی اپنی زندگی کا دار و مدار رکھا جاوے۔ جیسا کہ آج کل کے کئی ایک مُلّاؤن۔ پیرزادون اور مدعیان زہد و تقویٰ کا شیوہ ہو رہا ہے۔ تو اس سے نہ صرف ملک اور قوم کو ہی صدمہ پہنچتا ہے بلکہ ایسے لوگوں کی خود بہی پرلے درجہ کی تباہی ہے۔ اس مطلب کو خیام نے یون باندہا ہے

رباعی

از لقمۂ فقر۔ ہرکہ پرورد جسد	روباہ شود۔ اگرچہ بودست اسد
گر بے غرضی من مصدق واری	خاصیتِ نان وقف بخل ست حسد

اِس مضمون کو جس پیرایہ مین حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العزیز نے ادا کیا ہے گویا وہ اِس رباعی کی تفصیل ہے **مولانا رومی**

لقمۂ کو نور بخشید و کمال	آن بود آوردہ از کسب حلال

روغنے کاید چراغ ما کُشد	(۲)	آب خوانش چون چراغے را کُشد	
علم و حکمت زائد از لقمہ حلال	(۳)	عشق و رقت آید از لقمہ حلال	
چون ز لقمہ تو حسد بینی و دام	(۴)	جہل و غفلت زاید آنرا دان حرام	
لقمہ تخم ست و برش اندیشہا	(۵)	لقمہ بحر و گوہرش اندیشہا	
لقمہ تخم ست و بہر شورہ منہ	(۶)	تیغ را در دست ہر رہزن مدہ	
زائد از لقمہ حلال اندر رواں	(۷)	میلِ خاطر سُوئے رفتن آنجہان	
زائد از لقمہ حلال اے مہ حضور	(۸)	در دلِ پاکِ تو و در دیدہ نور	

چکنی چپڑی باتین

دنیا کے عوام کالانعام کا ہمیشہ سے یہ کلیہ قاعدہ چلا آیا ہے کہ جب کسی کے پاس دُنیا کا مال و دولت ہُوا۔ تو اُس کے یار غمگسار اور مونس غمخوار بننے کا دعوے کرتے ہین مگر اصل ہین وہ ایسے غدّار اور مکّار ہوتے ہین کہ جب اُن کا مطلب نکل چُکا۔ یا ہمارا پاؤن کسی دنیاوی صدمہ یا حادثے کے باعث پھسل گیا۔ تو پھِر توں کون اور مین کون ایسے لوگون سے ہر ایک کو اپنی زندگی مین پالا پڑتا ہے۔ خیام ہی ایسے لوگون سے الگ ہی رہنے کا اشارہ کرتا ہے

رباعی

آن بہ کہ درین زمانہ کم گیری دوست	با اہلِ زمانہ صحبت از دور نکوست
آنکس کہ بجملگی ترا تکیہ بدوست	چون چشم خرد باز کنی دشمنت اوست

نوکری

ملازمت جو ایک خسیس ترین پیشہ ہے۔ فی الحقیقت غلامی کی ایک شاخ ہے حالانکہ اُس

حکیم علی الاطلاق نے انسان کی فطرت مین آزادی رکھی ہے۔ افسوس ہے کہ آج کل کے اکثر لوگون کی طبائع کسب و ہنر۔ پیشہ مثلاً زمینداری۔ سوداگری وغیرہ سے ہٹ کر اسی کی طرف پلٹ پڑی ہین۔ اور ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ ملازمت سے حصہ ملے۔ اولاد کو سکول مین اس لئے داخل کیا جاتا ہے کہ کہین چار پیسہ کا روزگار مل جاوے۔ اگر کہین ایک اسامی خالی ہوتی ہے تو سینکڑون درخواستین گذرتی ہین۔ امیدوارون کے پرے جم جاتے ہین۔ اور قسم قسم کی سفارشین اور ناجائز وسائل عمل مین لائے جاتے ہین۔ یہ طوفان بے تمیزی یہان تک زور پکڑ گیا ہے کہ چھ سات روپے پر اپنے سر کو بیچ ڈالنا بڑے فخر کی بات سمجھی جاتی ہے۔

ایک روشن ضمیر فاضل نے اسکی مثال یون بیان کی ہے۔ کہ کتا ایک سوکھی ہڈی کو لیکر اپنے منہ مین چباتا ہے تو جبڑون سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ یہ اس کو مزہ سے چاٹتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہ خون ہڈی سے مجھے ملتا ہے حالانکہ یہ اسکے اپنے ہی جبڑون کا خون ہے۔ نوکری مین افسرون کی دہمکیان اور حاکمون کی گھرکیان۔ راتون کو دن بنانا آزادی کی بربادی۔ آرام کو حرام کرنا۔ وغیرہ وغیرہ چنانچہ حضرت لسان الغیب حافظ شیرازی اس پر یون رقمطراز ہین **حافظ**

شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جان درو درج است	کلاہ خوشنماست اما بدرد سر نمی ارزد
بس آسان می نمود اول غم دریا بہ بوئے زر	غلط گفتم کہ ہر موجش بصد گوہر نمی ارزد

خیام اس جگہ بند پیش نزاغ نہادن کو نفرت کی نگاہون سے دیکھتا ہے۔ اور اپنے کسب و ہنر یا محنت مزدوری کے ذریعہ سے کمائے ہوئے تھوڑے پر ہی قناعت کرنے کا

سبق دیتا ہے۔ رباعی

یک نان بدو روز گر شود حاصل مرد		وز کوزہ شکستہ دمے آب سرد
مامور کسِ دگر چرا باید بود		تا خدمت چون خودے چرا باید کرد

دیگر

در دہر ہر آنکہ نیم نانے دارد		وز بہر نشست آشیانے دارد
نے خادم کس بود نہ مخدوم کسے		گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

صحبت صالحان

خیام کی نہایت قیمتی۔ اور انسان کے دل پر اثر کرنے والی بیشمار نصایح مین سے ایک یہ بہی ہے کہ نیکون اور عقلمندون کی صحبت کو تلاش کرو اور نا اہلون سے کنارہ کشی کرو۔ اور اس مضمون کو اِن دو رباعیون مین اِس طرح بیان کرتا ہے۔

با مردمِ پاک اصل و عاقل آمیز	(۱)	وز نا اہلان ہزار فرسنگ گریز
گر زہر دہد ترا خردمند بنوش		ور نوش دہد ز دستِ نا اہل بریز
جانم بفدائے آنکہ او اہل بود	(۲)	سر در قدمش اگر نہم سہل بود
خواہی کہ بدانی بیقین دوزخ را		دوزخ بجہان صحبتِ نا اہل بود

خیّام کی رباعیات مین رندانہ اور قلندرانہ کلام سب سے زیادہ ہے۔ اور چونکہ شاعری اور رندی مین ایک قسم کی خوشی اور یگانگت ہوا کرتی ہے۔ پس کوئی شاعر خواہ وہ کس حیثیت اور درجہ کا ہو اس سے شاذ و نادر ہی خالی رہا ہو گا۔ ہمیشہ فلک ناہنجار کی سرد مہری، اور دون ہمتی، سفلہ پروری، کی شکایات۔ قاضیون، مفتیون سے

چھیڑ چھاڑ لگی ہی رہی ہے - اور بقول حافظ "پیوستہ شد این سلسلہ تا روز قیامت" لگی ہی رہے گی - اس قسم کی چند ایک رباعیات بطور نمونہ لکھی جاتی ہین جو اہل مذاق کی دلچسپی سے خالی نہ ہونگی -

رندانہ

در مسجد اگرچہ با نیاز آمدہ ایم	حقا کہ نہ از بہر نماز آمدہ ایم
زینجا روزے سجادۂ دُزدیدیم	آن کہنہ شدہ است باز باز آمدہ ایم

بادہ نوشی کے بارے میں ہدایات

گر بادہ خوری تو با خردمندان خور	یا با صنمے سادہ رخے خندان خور
بسیار مخور - ورد مکن - فاش مساز	اندک خور و - گہ گہ خور و پنہان خور

فلک کا سفلہ پن

با فلک ار جنگ ندارد عجب است	گر بر سر ما سنگ نبارد عجب است
قاضی کہ خرید بادہ وقف فروخت	در مدرسہ گر بنگ ندارد عجب است

مفتی شہر سے دل لگی

اے مفتیِ شہر از تو پرکار تریم	با این ہمہ مستی ز تو ہشیار تریم
تو خونِ کسان خوری و ما خونِ رزان	انصاف بدہ کدام خونخوار تریم

دنیا کی بے ثباتی

خیام دنیا کی بے ثباتی اور اُن سرابِ چند کو جو انسان کو اپنی زندگی مین سبز باغ دکھلائی دیتے ہین -[1] اور کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ[2] اور مَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ

[1] خدا کے سوا باقی ہر ایک چیز ہلاک ہونیوالی ہے [2] اور نہیں ہے دنیا کے زندگی مگر دھوکہ کا اسباب ۱۲

کے مضمون کو ان مثالون سے سمجھاتا ہے۔ رُباعیات

عمر تو چہ دو صد و چہ سیصد چہ ہزار	۱	زین کہنہ سرا برون برندت ناچار
گر باد شہی وگر گدائے بازار		این ہر دو بیک نرخ بود آخر کار

چون حاصل آدمی درین جائے دو در	۲	جز درد دل و دادن جان نیست دگر
خورم دل آنکہ شد بطفلی آزاد		وآسودہ کسے کہ خود نزاد از مادر

مرغے دیدم نشستہ بر بارۂ طوس	۳	در پیش نہادہ کلۂ کیکاؤس
باکلہ ہمی گفت کہ افسوس افسوس		کو بانگ جرسہا و کجا نالۂ کوس

آن قصر کہ برچرخ ہمی زد پہلو	۴	بر درگہ او شہان نہادندے رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختۂ		بنشستہ ہمی گفت کہ کوکو کوکو

غرور اور تکبر

قرآن مجید مین ایسی بیشمار آیات ہین جن مین غرور اور تکبر کی مذمت ہے۔ یہی دونون ایسی خراب چیزین ہین کہ سینکڑون برس کی نیکیون کو ایک ہی دفعہ خاک مین ملا دیتی ہین سورۂ لقمان کے اخیر مین ایک آئت ہے اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ۔ ایک جگہ ہے۔ فَمَا یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَتَکَبَّرَ

[1] بیشک اللہ تعالی کا وعدہ سچا ہے۔ پہر دنیا کی زندگی تمہین دہوکہ مین نہ ڈالے اور کوئی دہوکہ دینے والا تمہین اللہ کی راہ مین دہوکہ نہ دے۔ [2] پہر کیا ہے تیرے لئے کہ تو تکبر کرے۔

اور کَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ [1] - عمر خیام کا ان آیات پر ایمان ہے
اور اِن آیات کے موافق یون اپنی رباعیات مین اشارہ کرتا ہے - **رباعیات**

بس خونِ کسان کہ چرخ بیباک برنجیت برحسن و جوانی اے پسر غرہ مشو	۱	بس گل کہ برآمد از گل و باک برنجیت بس غنچۂ ناشگفتہ بر خاک برنجیت
	۲	
با مردم نیک بد نمے باید بود مفتون معاشِ خود نمے باید بود		دربادیہ دیو و دد نمے باید بود مغرور بہ فضلِ خود نمی باید بود

جو لوگ ظاہری تزک و شان طمطراق اور بڑی بڑی عمارات پر اتراتے ہین - قرآن مجید
اُن کو اِس طرح پر ہدایت کرتا ہے - کہ پہلے لوگون نے تم سے زیادہ ساز و سامان بہم پہنچائے
اور بڑی بڑی عمارات بنائین مگر وہ سب کی سب یہین پڑی رہین - پھر اترانے کی کوئی وجہ
نہین ہے - قرآن مجید مین لکھا ہے

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا الآيه (سورۃ الروم آیہ ۸)	کیا نہین سیر کی انہون نے بیچ زمین کے - پس دیکھین کیونکر ہوا آخر کام اُن لوگون کا جو اُن سے پہلے تھے وہ قوت مین اُن سے زیادہ تر تھے - انہون نے زمین کو پھاڑا - اور آباد کیا اُس کو زیادہ اوس سے کہ اُنہون نے اُس کو آباد کیا -
كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ	بہت چھوڑ گئے باغ اور چشمے اور کھیتیان اور گھر

[1] اور اسی طرح پر اللہ تعالی مہر کر دیتا ہے ہر ایک جبر کرنے والے تکبر کرنے والے کے دل پر -

وَّعُیُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ	خاصے اور گذران بارفاہت کہ اُس مین
وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ كَذٰلِكَ	محفوظ تھے اسی طرح ہوا۔ اور وارث کردیا ہم نے
وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (سورۂ دخان آیت ۲۷)	ان چیزون کا ایک اور قوم کو۔

عمر خیام ان پاک آیات کی متابعت مین اِس طرح پر لکھتا ہے۔ **رباعیات**

گر اسپ و براق ست و گر فیروزہ	مغرور مشو بدولت دہ روزہ
از قہر فلک ہیچ کسے جان نبرد	امروز سبو شکست و فردا کوزہ

دیگر

غُرّہ چہ شوی بمسکن و کاشانہ	بر عمر کہ ہست حاصلش افسانہ
ہم خوابۂ بادی و توافروزی شمع	بر رہگذر سیل چہ سازی خانہ

لالچ

اِس دنیا مین ایسی بُری بَلا ہے کہ اچھے خاصے عقلمندون کے ہاتھون مین ہتھکڑیان اور پاؤن مین بیڑیان ڈلوانا۔ آدہ آسمان تک اُڑتے ہوئے مرغ کو ہوا سے خاک مین گرانا۔ مچھلیون اور حشرات الارض کو تری و خشکی سے نکال باہر لانا۔ اِس کے بائین ہاتھ کا کرتب ہے۔ اسکی مذمت مین ہزارون کتب بھری پڑی ہین۔ خیام کہتا ہے **رباعی**

کم کن طمع از جہان بمیری خرسند	از نیک و بدِ زمانہ بگسل پیوند
خوش باش دمے چنانکہ این دورِ فلک	ہم بگسلد و نماند این روزے چند

وقت کی پابندی

آجکل بڑے بڑے جادو رقم نامہ نگار اور فاضل اڈیٹر وقت کی پابندی پر لکچر دیتے ہین اور آرٹیکل

لکھتے ہین۔ خیام نے بمصداق خیر الکلام ما قلّ و دلّ ان رباعیون مین اس مضمون کو ختم کر دیا ہے

امروز ترا دسترس فردا نیست	۱	واندیشۂ فردات بجز سودا نیست
ضایع مکن این دم ار دلت شیدا نیست		کین باقی عمر را بہا پیدا نیست
اے مرد خرد حدیث فردا ہوس است	۲	در دہر زدن لاف سخنہا ہوس است
امروز چنین ہر کہ خردمند کس است		داند کہ ہمہ جہان چنین یک نفس است
ہنگام سفیدہ دم خروس سحری	۳	دانی کہ چرا ہمی کند نوحہ گری
یعنی کہ نمودند در آئینۂ صبح		از عمر شبے گذشت و تو بے خبری

خیام کی شراب سے کونسی شراب مراد ہے

خیام پر جو ایک ایسا بھاری الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ کسی کے اٹھائے اٹھ نہین سکتا بلکہ خود ہی وہ اقبالی ہے۔ بادہ نوشی کی تائید ہے۔ مگر وہ اپنے تئین حضرت محمد رسول صلعم کا پیرو یقین کرتا ہی اور اپنے مرغوب نظم مین اس شراب کے لفظ سے طہور مراد کہتا ہے جو حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ حوض کوثر سے پلائینگے۔ رباعی

اے دل مے و معشوق مکن دربانی	.	سالوس رہا کن و مکن زرّاقی
گر پیرو احمدی خوری جام شراب		زان حوض کہ مرتضاش باشد ساقی

غرض کہان تک اسکو طول دیا جاوے ہزارون گوہر شاہوار اور لا کہون لآلی آبدار ان رباعیات مین بھرے پڑے ہین۔ جو ایک سے ایک بہتر اور ایک سے ایک بڑھکر ہے۔ اور وہ کہین دور نہین ہین صرف ایک صفحہ کے پلٹنے کی دیر ہے۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ؂

راقمہ مسکین امام الدین۔ گورنمنٹ پنشنر مقیم گجرات پنجاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رباعیات عمر خیام

ردیف حرف الف

۱

ساقی! بکرم تو می کنی یاد مرا
غیر از تو کہ می رسد بفریاد مرا؟
گر در غمِ دل تو دستگیرم نشوی
سوئے کہ روم کہ می کند شاد مرا؟

۲

ساقی قدحے کہ نور بخشد ہمہ را
پر کن کہ دمے حضور بخشد ہمہ را
خوش باش کہ ہم بہ بخشد آلایش ما
آن کس کہ مے طہور بخشد ہمہ را

۳

ساقی مے لعل تو بہ روح است مرا
دیدارِ تو خورشیدِ صبوح است مرا
برخیز کہ در پائے تو مردن نفسے
خوشتر ز ہزار عمرِ نوح است مرا

۴

ایّام بکام مے نرساند ما را — وز دوست پیالے نرساند ما را[1]

ایزد ندہد حلال ابلیس نگر — کو ہم بحرام مے نرساند ما را

۵

عشاق بدرگہت اسیر ند بیا — بدخوئی تو بر تو نگیرند بیا

ہر جور و جفا کہ کردۂ معذوری — زان پیش کہ عذرت نپذیرند بیا

۶

آمد سحرے ندا ز میخانۂ ما — کاے رندِ خراباتیِ دیوانۂ ما

برخیز کہ پُر کنیم پیمانہ ز مے — زان پیش کہ پُر کنند پیمانۂ ما

۷

گر مے نخوری طعنہ مزن مستان را — گر دست دہد توبہ کنم یزدان را

تو فخر بدین کنی کہ من مے نخورم — صد کار کنی کہ مے غلام ست آن را

۸

مردان نبود کہ خلق خوار ند اُو را — وز بیم بدی نیک شمارند اُو را

رندے کہ نمود روے دستے بکرم — رندان ہمہ پشتِ دست دارند اُو را

۹

چون ز آب و گِل آفرید صانع ما را — گر وہ بغمِ زمانہ قانع ما را

پیوستہ نمے مرا ہمے منع کنی — خود دستِ تہی لبست مانع را

۱۰

چون عهده نمے شود کسے فردا را
حالے خوش کن تو این دلِ شیدا را
مے نوش بنور ماه - اے ماه که ماه
بسیار بتابد و نیابد ما را

۱۱

اے کرده ز لطف و مهرِ تو صنع خدا
در عهد ازل بهشت و دوزخ برپا
بزمِ تو بهشت است و مرا جز مے نیست
خوب است که در بهشت ره نیست مرا

۱۲

بُت گفت به بُت پرست کاے عابدِ ما
دانی ز چه روئے گشتهٔ ساجدِ ما
بر ما بجمالِ خود تجلی کرده ست
آن کس که ز تست ناظر و شاهدِ ما

۱۳

بردست سبکے تیغ جوابست مرا
کز وے همه سال فتح یابست مرا
پیوسته دلِ خصم کبابست مرا
وز کلهٔ او جامِ شرابست مرا

۱۴

دانی که چه مدتے است اے دلبرِ ما
با این همه جهنے نرفته از برِ ما
خود کس نفرستی و نپرسی هرگز
تا پے تو چها مے گذرد بر سرِ ما

۱۵

مے قوّتِ جسم و قوّتِ جان است مرا
مے کاشفِ اسرارِ نهان است مرا
دیگر طلبِ دُنیا و عقبے نکنم
یک جُرعه پُر از هر دو جهان است مرا

۱۶

از آتش ما دود کجا بود این جا
وز مایهٔ ما سود کجا بود این جا
آن کس که مرا نام خراباتی کرد
در اصل خرابات کجا بود این جا

۱۷

برخیز و بیا بتا برائے دل ما
حل کن بجمال خویشتن مشکل ما
یک کوزۂ مے بیار تا نوش کنم
زان پیش که کوزۂ کنند از گل ما

۱۸

چون فوت شوم بباده شوئید مرا
تلقین ز شراب و جام گوئید مرا
خواہید بروز حشر یابید مرا
از خاک در میکدہ جوئید مرا

۱۹

از بادۂ ناب لعل - شد گوہر ما
آمد بہ فغان ز دست ما ساغر ما
از بس کہ ہمی خوریم مے بر سر مے
ما در سر مے شدیم و مے در سر ما

۲۰

خرم نبود دل پر از غم را
ہجر تو حزین کردہ دل خرم را
من تلخی عالم - بتو خوش می کردم
با تلخی ہجرت چکنم عالم را

۲۱

ہر چند کہ رنگ و بوئے زیباست مرا
چون لالہ رخ و چو سرو بالاست مرا
معلوم نشد کہ در طرب خانۂ خلق
نقاش من از بہر چہ آراست مرا

۲۲

عاقل بچه امید - درین شوم سرای
بر دولت او دل ننهد از بهرِ خدا
هرگاه که خواهد که نشیند از پای
گیرد اجلش دست که بالا بپای

۲۳

اے خواجه ! یکے کام روا کن ما را
دم درکش و در کارِ خدا کن ما را
ما - راست رویم لیک تو کج بینی
رو چارهٔ دیده کن رها کن ما را

۲۴

عاشق همه روزه مست و شیدا بادا
دیوانه و شوریده و رسوا بادا
در هوشیاری غصهٔ هر چیز خوریم
چون مست شویم هر چه بادا بادا

۲۵

ساقی ! قدحے که کارسازست خدا
در رحمتِ خود بنده نوازست خدا
مئے خور به بهار و بارِ طاعت مفروش
کز طاعتِ خلق بے نیازست خدا

۲۶

ساقی ! نظرے به بیکسان بهرِ خدا
بشکن بتِ ما بوالهوسان بهرِ خدا
ما ماهیِ مرده ایم تو آبِ حیات
ما را بوصالِ خود رسان بهرِ خدا

۲۷

قرآن که بهین کلام خوانند اورا
گه گاه نه بر دوام خوانند اورا
در خطِ پیاله آیتے روشن هست
کاندر همه جا مدام خوانند اورا

	۲۸	
ای آنکه گزیدهٔ جهانی تو مرا از جان صنما عزیزتر چیزی نیست		خوشتر ز دل و دیده و جانی تو مرا صد بار عزیزتر از آنی تو مرا
	۲۹	
امشب بر ماست که آورد تُرا نزدیک کسی که بی تو در آتش بود		وز پرده باین دست که آورد تُرا؟ چون باد همی جست که آورد تُرا؟
	۳۰	
خواهی ز فراق در فغان دار مرا من با تو نگویم که چسان دار مرا		خواهی ز وصال شادمان دار مرا زانسان که دلت خواست چنان دار مرا

ردیف حرف (ب)

ای دل ز زمانه رسم احسان مطلب درمان طلبی درد تو افزون گردد	۱	وز گردش دوران سر و سامان مطلب با درد بساز و هیچ درمان مطلب
	۲	
روزی که بدست بر نهم جام شراب صد معجزه پیدا کنم اندر هر باب		وز غایت خرّمی شوم مست و خراب زین طبع چو آتش و سخنهای چو آب
	۳	
چندان بخورم شراب کین بوی شراب تا بر سر خاک من رسد مخموری		آید ز تراب چون روم زیر تراب از بوی تراب من شود مست و خراب

	۴	
ما و مے و معشوق درین کنجِ خراب فارغ ز امیدِ رحمت و بیم عذاب		جان و دل و جام و جامه در رهنِ شراب آزاد ز خاک و باد و ز آتش و آب
	۵	
مائیم و مئے و مطرب و این کنجِ خراب سر در سرِ مے کرده و مے در سر مئے		جان و دل و دین و عقل مرهونِ شراب بنیادِ نهادِ خانه مانندِ حباب
	۶	
با بط می گفت ماهئے در تب و تاب بط گفت که چون من و تو گشتیم کباب		باشد که بجوئے رفته باز آید آب بود از پس مرگِ ما چه دریا چه سراب
	۷	
بر پاے تو بوسه دادن اے شمعِ طرب دستِ من و دامنِ خیالت هر روز		به زان باشد که دیگران را بر لب پاے من و جستنِ وصالت همه شب
	۸	
روزے که دو مهلت ست میخور مے ناب دانی که جهان رو به خرابی دارد		کین عمر گذشته در نیابی - دریاب تو نیز شب و روز همین نوش شراب
	۹	
مائیم نهاده سر بفرمانِ شراب هم ساقی و ما - حلقِ صراحی در دست		جان کرده فداے لبِ خندانِ شراب هم بر لبِ ساغر آمده جانِ شراب

۱۰

در کوئے نیاز ہر دلے را دریاب
در کوئے حضور مقبلے را دریاب
صد کعبۂ آب و گل بیک دل نرسد
کعبہ چہ روی برو دلے را دریاب

ردیف حرف (ت)

۱

امشب کہ حضورِ یارِ جان افروز است
بختم بخلافِ دشمنان فیروز است
گو شمع بمیر و مہ فرو شو کہ مرا
آن شب کہ تو در کنار باشی روز است

۲

چون کار نہ بر مرادِ ما خواہد رفت
اندیشۂ و جہدِ ما کجا خواہد رفت
پیوستہ نشستہ ایم در حسرتِ آنک
دیر آمدہ ایم و زود می باید رفت

۳

چون آتشِ سودائے تو جز دود نداشت
مسکین دلِ من امیدِ بہبود نداشت
در جستنِ وصلِ تو بسے کوشیدم
چون بخت نبود کوششم سود نداشت

۴

اے دلبرِ مہ طلعتِ خورشید صفات
از لعلِ لبت یافتہ یاقوت زکات
در باغِ رخت بنفشۂ می بالیست
آن نیز برآید از لبِ آبِ حیات

۵

ساقی! نظرے کہ دل خوش از دیدنِ تست
جان شاد ز خوشہ چینیِ خرمنِ تست
ناگفتہ دلت ضمیرِ ما میداند
جامِ جمِ عاشقان دلِ روشنِ تست

۶

من بی می رمضان همی خورم بر لبِ کشت
گوئی تو که هر که می خورد دوزخی است
گر زانکه مرا دوک کسان باید رشت
که رفت بدوزخ و که آمد ز بهشت؟

۷

هر کو ورقی ز عقل در دل بنگاشت
یا در طلبِ رضای یزدان کوشید
یک لحظه ز عمرِ خویش ضایع نگذاشت
یا راحت خود گزید و ساغر برداشت

۸

نه لایقِ مسجدیم و نه خوردِ بهشت
چون کافرِ درویشیم و چون قحبه زشت
ایزد داند گلِ مرا از چه سرشت
نه دین و نه دنیا و نه امیدِ بهشت

۹

کُنهِ خردم در خورِ اثباتِ تو نیست
من ذاتِ ترا بواجبی کی دانم
واندیشه من بجز مناجاتِ تو نیست
وانند ز ذاتِ تو جدا واتِ تو نیست

۱۰

یزدان که گلِ وجودِ ما می آراست
بی حکمش نیست هر گناهی که مراست
دانست ز فعلِ ما چه بر خواهد خاست
پس سوختنِ قیامت از بهرِ چه خاست

۱۱

چون نیست بهر چه هست جز باد بدست
پندار که هر چه هست در عالم نیست
چون نیست بهر چه هست نقصان و شکست
آن کار که هر چه نیست در عالم هست

۱۲

جامے و مئے و ساقئے بر لب کشت
این جملہ مرا و ہم ترا گشتہ بہشت
مشنو سخن بہشت و دوزخ از کس
کہ رفت بدوزخ و کہ آمد ز بہشت؟

۱۳

چون نیست حقیقت و یقین اندر دست
در بیخبری مرو۔ چہ ہشیار چہ مست
ہان تا نہ نہیم جامِ مئے از کفِ دست
نتوان با امید شک ہمہ عمر نشست

۱۴

گر گل نبود نصیبِ ما خار بس است
ور نور نمی رسد مرا نار بس است
گر سبحہ و سجادہ و شخصے نبود
ناقوسِ کلیسیا و زنار بس است

۱۵

اجزائے پیالہ کہ درہم پیوست
بشکستنِ آن روا نمی دارد دست
چندین سر و دست و پا ز نی از سر دست
از مہرِ کہ پیوست و بقہرِ کہ شکست

۱۶

امروز ترا دسترسِ فردا نیست
و اندیشۂ فردات بجز سودا نیست
ضائع مکن این دم ار دلت شیدا نیست
کین باقی عمر را بہا پیدا نیست

۱۷

اے چرخِ فلک خرابی از کینۂ تست
بیداد گری عادتِ دیرینۂ تست
اے خاک اگر سینۂ تو بشگافند
بس گوہرِ قیمتی کہ در سینۂ تست

۱۸

آن بہ کہ دلم ز مہر او زار شدست
من در طلبِ علاج خود چون کوشم
او جائے دگر بغم گرفتار شدست
چون آنکہ طبیب ماست بیمار شدست

۱۹

ہر دل کہ درو مہر و محبّت بسرشت
در دفترِ عشق نامِ ہر کس کہ نوشت
گر ساکنِ مسجد است ور اہلِ کنشت
آزاد ز دوزخ است و فارغ ز بہشت

۲۰

دَوری کہ درو آمدن و رفتنِ ماست
کس می نزند دمے درین معنی راست
آن را نہ بدایت نہ نہایت پیداست
کین آمدن از کجا و رفتن بکجاست

۲۱

ساقی چو زمانہ در شکستِ من و تست
گر زانکہ میانِ من و تو جامِ مے است
دنیا بسراچۂ نشستِ من و تست
می دان بیقین کہ حق بدستِ من و تست

۲۲

ما کافرِ عشق ایم و مسلمان دگر است
از ما رُخ زرد و جگر پارہ طلب
ما مورِ ضعیف ایم و سلیمان دگر است
بازارچۂ قصب فروشان دگر است

۲۳

مے خوردن و شاد بودن آئینِ من است
گفتم بعروسِ دہر کابینِ تو چیست
فارغ بودن ز کفر و دین - دینِ من است
گفتا دلِ خرّمِ تو کابینِ من است

۲۴

سِترّ از همه ناکسان نهان باید داشت
راز از همه ابلهان نهان باید داشت
بنگر که بجانِ مردمان می چکنی
چشم از همه مردمان نهان باید داشت

۲۵

اسرارِ جهان چنانکه در دفترِ ماست
گفتن نتوان ز آنکه وبالِ سرِ ماست
چون نیست درین مردمِ نادان اهلے
گفتن نتوان هر آنچه در خاطرِ ماست

۲۶

گویند که مَے بماه شعبان رواست
نه نیز رجب که آن مهِ خاصِ خداست
شعبان و رجب ماه خداوند و رسول
ما مَے رمضان خوریم کان خاصهٔ ماست

۲۷

چون هُشیارم ز من طرب پنهان است
چون مست شوم در خردم نقصان است
حالیست میانِ مستی و هشیاری
من بندهٔ آنکه زندگانی این است

۲۸

زان باده که عُمر را حیاتے دگر است
پُر کن قدحے گرچه ترا دردِ سر است
بر نه بکفم که کارِ عالم سمر است
بشتاب کنون که عمرِ من درگذر است

۲۹

هر گه که غمے ملازمِ دل شودت
با قصهٔ کارِ خویش مشکل شودت
حالِ دلِ دیگرے بباید پرسید
تا خوش دلیِ تمام حاصل شودت

۳۰

در چشم محققان چه زیبا و چه زشت — منزل گه عاشقان چه دوزخ چه بهشت
پوشیدن بیدلان چه اطلس چه پلاس — زیر سر عاشقان چه بالین و چه خشت

۳۱

عمری بگل و باده برفتیم بگشت — یک کار من از دور جهان راست نگشت
از می چو نشد هیچ مرادم حاصل — از هرچه گذشتیم گذشتیم گذشت

۳۲

بسیار بگشتیم بگرد در و دشت — اندر همه آفاق بگشتیم بگشت
از کس نه شنیدیم که آمد زین راه — راهی که برفت راهرو باز نگشت

۳۳

لعل تو مئی ناب ساغر کانست — چشم تو پیاله و شرابش جانست
آن جام بلورین که ز می خندانست — اشکی ست که خون دل درو پنهانست

۳۴

بر طرز سپهر خاطرم روز نخست — لوح و قلم و بهشت و دوزخ می جست
پس گفت مرا معلم از علم درست — لوح و قلم و بهشت و دوزخ با تست

۳۵

بسیار بگشتیم بگرد در و دشت — یک کار من از گشت همی نیک نگشت
ورنا خوشی زمانه باری عمرم — گر بد بگذشت باری ناخوش نگذشت

۳۶

در پردهٔ اسرار کسے را راه نیست
زین تعبیه جانِ هیچ کس آگاه نیست
جز در دلِ خاک هیچ منزل گه نیست
افسوس که این فسانه ہم کوتاه نیست

۳۷

ہر سبزه که بر کنارِ جوئے رسته است
گویا ز لبِ فرشته خوئے رسته است
پا بر سرِ سبزه بخواری نه نہی
کان سبزه ز خاکِ لاله روئے رسته است

۳۸

مئے در کفِ من نه که دلم در تاب است
وین عمرِ گریزپاے چون سیماب است
برخیز که بیداریِ دولت خواب است
دریاب که آتشِ جوانی آب است

۳۹

در دہر بر نہالِ تحقیق نرست
زیرا که درین راه کسے نیست درست
ہر کس زده دستِ عجز در شاخے سست
امروز چو دی شناس فردا چو نخست

۴۰

آن به که درین زمانه کم گیری دوست
با اہلِ زمانه صحبت از دور نکوست
آنکس که ترا به جملگی تکیه بدوست
چون چشمِ خرد باز کنی دشمنت اوست

۴۱

اے آمده از عالمِ روحانی تفت
حیران شده در چہار و پنج و شش و ہفت
مئے خور که ندانی از کجا آمده
خوش باش ندانی بکجا خواہی رفت

۴۲

هر چند که از گناه بد بختم و زشت
نومید نیم چو بت پرستان ز کنشت
اما سحرے که میرم از مخموری
مے خواهم و معشوق چه دوزخ چه بهشت

۴۳

مے گرچه بشرع زشت نام است خوش است
چون در کف شاهد غلام است خوش است
تلخ است و حرام است و خوشم می آید
دیریست که تا هر چه حرام است خوش است

۴۴

چندین غم مال و حسرت دنیا چیست
هرگز دیدی کسے که جاوید بزیست
این یک نفسے که در تنت عاریتیست
با عاریتے عاریتے باید زیست

۴۵

روزے که شود اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ
و آن دم که بود اِذَا النُّجُومُ انْکَدَرَتْ
من دامن تو بگیرم اندر عرصات
گویم صنما بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ

۴۶

گر کار تو نیک است بتدبیر تو نیست
ور سر برود نیز بتقصیر تو نیست
تسلیم و رضا پیش کن و شاد بزی
چون نیک و بد جهان بتدبیر تو نیست

۴۷

چون عمر دراز تو بیکبارگی ست
یک بار بمیر این چه بیچارگی ست
خونے و نجاستے و مشتے رگ و پوست
در کار نبود این چه غمخوارگی است

۴۸

اے مردِ خرد حدیثِ فردا ہوس است — در دہر زدن لافِ سخنہا ہوس است
امروز چنین - ہر کہ خردمند کس است — داند کہ ہمہ جہان چنین یک نفس است

۴۹

خیّام کہ خیمہ ہائے حکمت می دوخت — در کورۂ غم فتاد و ناگاہ بسوخت
مقراضِ اجل طنابِ عُمرش چو برید — دلّالِ قضا برایگانش بفروخت

۵۰

در روئے زمین اگر مرا یک خشت است — آن وجہ مئے است گرچہ نامے کشت است
گوئید ترا وجہ مئے فردا نیست — دُراعہ و دستار نہ مریم رشت است؟

۵۱

یک ہفتہ شراب خوردہ باشی پیوست — ہان تا نہ نہی نو روزِ آدینہ ز دست
در مذہب ما شنبہ و آدینہ یک است — جبّار پرست باش نہ روزہ پرست

۵۲

خارے کہ بزیر پائے ہر حیوانے است — زُلفِ صنمے و ابروئے جانانے است
ہر خشت کہ بر کنگرۂ ایوانے است — انگشتِ وزیرے و سرِ سلطانے است

۵۳

دل سرِ حیات را کماہی دانست — در موت ہم اسرارِ الٰہی دانست
امروز کہ با خودی ندانستی ہیچ — فردا کہ ز خود روی چہ خواہی دانست

۵۴

گر از پی شهوت و هوا خواهی رفت
از من خبرے که بینوا خواهی رفت
بنگر چه کسی و از کجا آمدهٔ
می دان که چه میکنی۔ کجا خواهی رفت

۵۵

نیکی و بدی که در نهادِ بشر است
شادی و غمی که در قضا و قدر است
با چرخ مکن حواله کاندر رهِ عقل
چرخ از تو هزار بار بیچاره تر است

۵۶

این کوزه چو من عاشقِ زارے بودست
در بندِ سرِ زلفِ نگارے بودست
این دسته که در گردنِ او می بینی
دستے ست که در گردنِ یارے بودست

۵۷

خیّام ز بهرِ گنه این ماتم چیست
در خوردنِ غم فائده بیش و کم نیست
آن را که گنه نکرد غفران نبود
غفران ز برائے گنه آمد پس غم چیست

۵۸

هش دار که روزگار شور انگیز است
ایمن منشین که تیغِ دوران تیز است
در کامِ تو گر زمانه لوزینه نهد
زنهار فرو مبر که زهر آمیز است

۵۹

چون آب بجوئبار و چون باد بدشت
روزِ دگر از عمرِ من و تو بگذشت
تا من باشم غمِ دو روزه نخورم
روزے که نیامدست و روزیکه گذشت

۶۰

طاسِ فلک از پیشِ دل آرای تهی است
آسوده درین جهان نمی دانم کیست
ایمن نفسے ز مرگ می نتوان زیست
پس فائده در جهانِ بے فایده چیست

۶۱

تا باز شناختم من این پائے ز دست
این چرخِ فرومایه مرا دست ببست
افسوس که در حساب خواهند نهاد
عُمرے که مرا بے مئے و معشوقه گذشت

۶۲

از هرزه بهر درے نمی باید تاخت
با نیک و بدے زمانه می باید ساخت
از طاسکِ چرخ و کعبتینِ تقدیر
هر نقش که پیدا شود آن باید باخت

۶۳

با دشمن و دوست فعلِ نیکو نیکوست
بد کے کند آنکه نیکی اش عادتِ اوست
با دوست چو بد کنی شود دشمنِ تو
با دشمن اگر نیک کنی گردد دوست

۶۴

من هیچ ندانم که مرا آنکه سرشت
از اهلِ بهشت کرد یا دوزخِ زشت
جامے و بتے و بربطے بر لبِ کشت
این هر سه مرا نقد و ترا نسیه بهشت

۶۵

دردِه پسر آن مئے که جهان آتاب است
زان مئے که گلِ نشاط را مهتاب است
بشتاب که آتشِ جوانی آب است
دریاب که بیداریِ دولت خواب است

۶۶

با ما درم قلب نمی گردد جفت
جاروب طرب خانهٔ ناپاک برفت
پیرے ز خرابات برون آمد و گفت
مئے خور کہ بعمرہات می باید خفت

۶۷

خیام تنت بخیمه می ماند راست
سلطان روح است و منزلش دار فناست
فراش اجل ز بهر دیگر منزل
از پا فگند خیمه که سلطان برخاست

۶۸

با ما فلک از جنگ ندارد عجب است
گر بر سر ما سنگ نبارد عجب است
قاضی که خرید باده وقف فروخت
در مدرسه گر جنگ ندارد عجب است

۶۹

هر جان شریف کو شناسای نهی است
داند که هر آنچه آمد از جان کهی است
چیزے که بما می رسد از حکم شه است
کونین ز بهر چه می رود جنبی است

۷۰

دارنده چو ترکیب طبائع آراست
از بهر چه او فگندش اندر کم و کاست
گر نیک آمد شکستن از بهر چه بود
ور نیک نیامد این صور عیب کراست

۷۱

چون ابر به نوروز رخ لاله بشست
برخیز و بجام باده کن عزم درست
این سبزه که امروز تماشاگه تست
فردا همه از خاک تو بر خواهد رست

۷۲

فصلِ گل و طرفِ جویبار و لبِ کشت
با یک دو سه تازه لعبتی حور سرشت
پیش آر قدح که باده نوشانِ صبوح
آسوده ز مسجد اند و فارغ ز کنشت

۷۳

مئے خور که مدام راحتِ روحِ تو اوست
آسایشِ جان و دلِ مجروحِ تو اوست
طوفانِ غم ار درآید از پیش و پشت
در باده گریز کشتیِ نوحِ تو اوست

۷۴

مے خوردنِ من نه از برائے طرب است
نے بهرِ فساد و ترکِ دین و ادب است
خواهم که به بے خودی برآرم نفسے
مئے خوردن و مست بودنم زین سبب است

۷۵

دُنیا نه مقامِ گشت و نه جائے نشست
فرزانه در و خراب اولیٰ تر مست
بر آتشِ غم ز باده آبے می زن
زان پیش که در خاک دہی باد بدست

۷۶

چون آمدنم بمن نه بُد روزِ نخست
وین رفتنِ بے مراد عزمے است درست
برخیز و میان ببند اے ساقی چست
کاندوهِ جهان بمئے فرو خواهم شُست

۷۷

گویند مرا — چو سور با حور خوش است
من می گویم که آبِ انگور خوش است
این نقد بگیر و دست از نسیه بدار
کآوازِ دُهل «برادر» از دور خوش است

۷۹

در فصلِ بهار - اگر بتِ حور سرشت
گرچہ برِ هر کس این سخن باشد زشت
پُر مئے قدحے دهد مرا بر لبِ کشت
از سگ بترم اگر کنم یاد بهشت

۸۰

مئے نوش کہ عمرِ جاودانی این ست
هنگامِ گل و مُل ست و یاران سرمست
خود خاصیت از دورِ جوانی این ست
خوش باش دمے کہ زندگانی این ست

۸۱

اِے دل چو نصیبِ تو همہ خون شُدنست
اِے جان تو درین تنم چہ کار آمدۂ
احوالِ تو هر لحظہ دگرگون شُدنست
چون عاقبتِ کارِ تو بیرون شُدنست

۸۲

اِے مئے! لبِ لعلِ یار می وار بدست
زان شد ز مئے لالہ - قدح برخوردار
زان رو کہ شنگرف داری این کار بدست
کاورد بخونِ دل لبِ یار بدست

۸۳

عشق ارچہ بلاست آن بلا حکمِ خداست
چون نیک و بدِ خلق بہ تقدیرِ خداست
بر حکمِ خدا ملامت از خلق چراست
پس روزِ پسین حساب بر بندہ چراست

۸۴

آباد خرابات ز مئے خوردنِ ماست
گر من نکنم گناہ - رحمت چہ کند ؟
خونِ دو هزار توبہ در گردنِ ماست
آرایشِ رحمت - از گناہ کردنِ ماست

	۸۵	
در هر دشتے که لاله زارے بودست هر برگ بنفشه کز زمین می روئد		آن لاله زخون شهریارے بودست خالے ست که بر رخ نگارے بودست
	۸۶	
با ما نگذارند دمے یارانت خورشید تو بر روزن ما چون آفتد		غمخوار شدم ز دست غمخوارانت کز ذرّه فزونست هوا دارانت
	۸۷	
چون دی و پریّ ما به بیکار گذشت امروز بآنچه می رسد خوش می باش		شادی و غم و محنت و تیمار گذشت کین سرّ چنانچه آمد از کار گذشت
	۸۸	
از گردش چرخ هیچ معلومم نیست هر چند بکار خویش در می نگرم		جز رنج زمانه هیچ مرسومم نیست عمرے بگذشت و هیچ مفهومم نیست
	۸۹	
پیش از من و تو لیل و نهارے بودست زنهار قدم بخاک آهسته نهی		گردنده فلک برائے کارے بودست کان مردمک چشم نگارے بودست
	۹۰	
در بزم خرد عقل دلیل سره گفت گر نا اہلے گفت که مے ناسره است		از روم و عرب میمنه و میسره گفت من کے شنوم چونکه خدا لیش سره گفت

۹۱

ساقی قدحی که هست عالم ظلمات
جز روی تو نیست در جهان آبِ حیات
از جان و جهان و هرچه در عالم هست
مقصود تویی و بر محمد صلوات

۹۲

ساقی! امی معرفت مرا اکسیرست
در مشرب بی‌معرفتان معصیت است
بی‌معرفت آدمی - چه کار آید؟ هیچ
مقصود ز آدمی - همین معرفت است

۹۳

ساقی! فلک از بحرِ عطائی تو کفی ست
در کوی تو صد کعبهٔ جان در طرفی ست
در کعبهٔ جان - ز بی شرف - گر برسم
در در رهِ کعبه هم بمیرم شرفی ست

۹۴

ساقی! نظری که دل خوش از دیدنِ تست
جان شاد ز خوشه چینی خرمنِ تست
ناگفته دلت ضمیرِ ما می داند
جامِ جمِ عاشقان - دلِ روشنِ تست

۹۵

این گنبدِ لاجوردی و زرّین طشت
بسیار بگشت ست و دگر خواهد گشت
یک چند ز اقتضاءِ دورانِ قضا
ما نیز چو دیگران رسیدیم و گذشت

۹۶

این خاکدان - از خواجه بخاری بودست
در وقتِ خود - او بزرگواری بودست
هر جا که قدم نهی یقین می پندار
کان دستِ کریمِ شهسواری بودست

۹۷

یک جرعہ مئے ز ملکِ کاؤس بہ است
وز تختِ قباد و ملکتِ طوس بہ است
ہر نالہ کہ رندے بسحرگاہ زند
از طاعتِ زاہدانِ سالوس بہ است

۹۸

رفتم بخرابات بایمانِ درشت
زنّارِ مغان را بمیان بستم چست
شاگردِ خرابات ز بدنامیِ مَن
رختم بدر افگند و خرابات بشست

۹۹

بُت خانہ و کعبہ خانۂ بندگی است
ناقوس زدن ترانۂ بندگی است
محراب و کلیسا و تسبیح و صلیب
حقّا کہ ہمہ نشانۂ بندگی است

۱۰۰

ساقی! قدحے کہ کارِ عالم نفسے ست
گر شادی ازو یک نفس - آن نیز بسے ست
خوش باش ز ہرچہ پیشت آید ز جہان
ہرگز نشود چنان کہ دلخواہِ کسے ست

۱۰۱

ساقی! مئے ما ز عارضِ پُرخوے شست
چشمت نرسد کہ چشمہا در پئے تست
سرچشمۂ فیض جز لبِ لعلِ تو نیست
صد خضر و مسیح جرعہ نوشِ مئے تست

۱۰۲

ساقی! دلِ ما سوختہ از مشتاقی است
باز آ کہ طبیبِ دردِ مستان ساقی است
جان دادن اُمید ست مرا در خدمت
تا جان بدہم اُمیدواری باقی است

۱۰۳

ساقی! به بهشت این همه مشتاقی چیست
این جاست مئے ساقی و آنجاست همین
جنت مئے و ساقی بود و باقی چیست
پس مرد و جهان به از مئے و ساقی چیست

۱۰۴

ساقی! دل من که شادی از غم نشناخت
مئے ده که دم صبوح جان بخش دم است
جز جام مئے از نعیم عالم نشناخت
کس غیر مسیح قدر این دم نشناخت

۱۰۵

ساقی! قدحے که آنکه این خاک سرشت
معمور بود بشاهد و باده جهان
خط بر سر ما ـ مستی و عشق تو نوشت
موعود بود بکوثر و حور بهشت

۱۰۶

از منزل کفر تا بدین یک نفس است
این یک نفس عزیز را خوش می دار
وز عالم شک تا بیقین یک نفس است
کز حاصل عمر ما ـ همین یک نفس است

۱۰۷

آن لعل گران بها ز ـ کانے دگر است
اندیشهٔ این و آن ـ خیال من و تست
وان دُرِّ یگانه را نشانے دگر است
افسانهٔ عشق را زبانے دگر است

۱۰۸

امروز که موسم جوانی من است
عیبش مکنید اگرچه تلخ ست خوش است
مئے نوشم از آنکه کامرانی من است
تلخ ست از آنکه زندگانی من است

۱۰۹

اے دل چو زمانہ می کند غمناکت
زہرست غم جہان و مئے تریاکت
ناگہ برود ز تن روانِ پاکت
تریاک خوری ز زہر نبود باکت

۱۱۰

جز حق حکمے کہ حکم را شاید نیست
ہر چیز کہ ہست آنچنان می باید
ہستی کہ ز حکم او برون آید نیست
آن چیز کہ آنچنان نمی باید نیست

۱۱۱

چون لالہ بنوروز قدح گیر بدست
مئے نوش مخور غصہ کہ این چرخ کہن
با لالہ رخے اگر ترا فرصت ہست
ناگاہ ترا چو خاک گرداند پست

۱۱۲

چون باد بہ دی شد آدم چابک چست
از ضعف کنون چون نفسِ بیماران
زان پیش کہ بے چارہ تنم بود درست
می آیم و می روم دمے ساکن و سست

۱۱۳

بس خونِ کسان کہ چرخِ بیباک بریخت
بر حسن و جوانی اے پسر غرہ مشو
بس گل کہ برآمد از گِل و پاک بریخت
بس غنچۂ ناشگفتہ بر خاک بریخت

۱۱۴

ساقی! قدحے کہ شمع دل در نگرفت
آہ از مئے لعلت کہ برین بادۂ ناب
تا ز آتشِ مئے زندگی از سر گرفت
ہر کس کہ لبے نہاد لب برنگرفت

لہ بر سبزہ نشین و خوش بزی روزے چند زان پیش کہ سبزہ بردمد از خاکت

۱۱۵

ساقی! عیش ست و مه افروخته است — مئے ده که فلک نکته آموخته است

دانی که اجل چو برقِ خرمن سوز است — تا در نگری خرمنِ ما۔ سوخته است

۱۱۶

ساقی! چکنم که دل کبابم زغمت. — مدهوش نزار ز سستِ شرابم زغمت

هرچند کسے خرابی ام شرح دهر — باالله که بیش ازان خرابم زغمت

۱۱۷

سیم ارچه نه مایۂ خردمندان است — بے سیمان را باغِ جهان۔ زندان است

از دستِ تهی بنغشه سر بر زانو است — در کیسۂ زر دهانِ گُل خندان است

۱۱۸

سر دفترِ عالمِ معانی عشق است — سر بیتِ قصیدۂ جوانی عشق است

اے آنکه خبر نه داری از عالمِ عشق — این نکته بدان که زندگانی عشق است

۱۱۹

طور یست که صد هزار موسیٰ دیدست — دیر یست که صد هزار عیسیٰ دیدست

قصر یست که صد هزار قیصر بگذشت — طاقیست که صد هزار کسریٰ دیدست

۱۲۰

در میکدۂ عشق اجل اسمِ من است — رندی و پرستیدنِ مے قسمِ من است

من جانِ جهانم اندرین دیرِ مغان — این صورتِ کون جملگی جسمِ من ست

۱۲۱

در دهر مرا شراب و شاهد هوس است
نه چشم و دلم منتظر پیش و پس است
در دل نه ز هشیاری و مستی خبرے
مقصود من از هر دو جهان یک نفس است

۱۲۲

در وادی عیب چون دویدن هوس است
در عیب کسان نظر بریدن هوس است
زینسان که من احوال جهان می بینم
دامن ز زمانه در کشیدن هوس است

۱۲۳

گر بر فلکے بخاک باز آرندت
وز بر سر ناکسے به نیاز آرندت
فی الجمله تو بگذار جدل تا نتوانی
آزار مجو تا که بناز آرندت

۱۲۴

در نامے قرابه غلغل مے چه خوش است
آواز سماع و ناله نے چه خوش است
در مهر بت دلفریب و در سر مے ناب
فارغ ز زمانه هے هے چه خوش است

۱۲۵

ساقی دل ما که دانهٔ مهر تو کاشت
مهر تو نهفته تا ابد خواهد داشت
دامن مفشان ز ناز بر اهل نیاز
کز دامن تو دست نخواهیم گذاشت

۱۲۶

ساقی! از درت سفر نخواهیم گرفت
گر هم بکشی حذر نخواهیم گرفت
گیرم که ز خاک بر نگیری سر ما
ما سر ز ره تو بر نخواهیم گرفت

۱۲۷

ساقی به بزم گر بت یاقوت لب است — در آب خضر بجاے آب عنب است
گر زهره بود مطرب و عیسیٰ همدم — چون دل نه بجا بود بجاے طرب است

۱۲۸

ساقی ز مئے که لعلت آن را ساقی ست — دل برنکشم تا دمے از من باقی ست
مشتاقم - ازان بد بدنت گستاخم — گستاخی من ز غایت مشتاقی ست

۱۲۹

ساقی! مه رخسار نوجوان همه است — دلدار من است و دل ستان همه است
خورشید صفت نه مهر در آب خوش است — تنها نه از آن من که ز آن همه است

۱۳۰

در عشق تو از ملامتم ننگے نیست — با بے خبران درین سخن جنگے نیست
آن شربت عاشقی همه مردان است — نامردان را ازین قدح رنگے نیست

۱۳۱

گفتم که مگر درست باشد عهدت — بر قاعدهٔ نخست باشد عهدت
کے دانستم که هم چو بنیاد جهان — اے نور دو دیده سست باشد عهدت

۱۳۲

گفتم که سر زلف تو بس سر - خورد است — گفتا که تو - تن بنه اگر سر - خورد است
گفتم روزے ز قامت بر نخورم — گفتا که ز سرو کسے بر نخورد است

۱۳۲

مارا گویند دوزخی باشد مست
قولیست خلاف - دل درو نتوان بست
گر عاشق مست دوزخی خواهد بود
فردا بینی بهشت همچون کف دست

فاسق خوانند مرد با نم پیوست
من بیگنه ام - خیال شان بین که چه هست
برمن ز خلاف شرع اے اہل صلاح
جز خمر و لواطت و زنا چیزے هست

ده عقل وز نه رواق وز هشت بهشت
هفت اختر از شش جهت این نامه نوشت
کز پنج حواس و چار ارکان و سه روح
ایزد بدو کون چون تو یک کس نسرشت

۱۳۵

سیر دو جهان از قدح مستان است
خورشید ازل - جام مهٔ تابان است
این نکته که در قلب جهان پنهان است
در شیشهٔ مے اگر بدانی آن است

۱۳۶

برروے تو زلف را اقامت هوس است
سر فتنهٔ روم را قیامت هوس است
وابروے تو محراب نشین شد چشمت
آن کافر مست را امامت هوس است

۱۳۷

ساقی! غم ما بلند آوازه شدست
سرمستی من برون ز اندازه شدست
با موے سفید سرخوشم کز خط تو
پیرانه سرم بهار دل تازه شدست

۱۳۸

ساقی! بحیات چون کسی رهبر نیست
در پیر بود باده مئی و ساغر نیست
مئی همدمِ ماست زانکه چون گرمی وی
در آبِ حیات و چشمهٔ کوثر نیست

۱۳۹

ساقی نظری که دل ز اندیشه تهی ست
شیران همه رفته اند سر بیشه تهی ست
هر شب ز حباب کف زوی شیشهٔ چرخ
امروز که دورِ ما بُوَد شیشه تهی ست

۱۴۰

ساقی ا رخِ تو ز جامِ جمشید به است
مُردن بر هت ز عُمرِ جاوید به است
خاکِ قدمت که روزِ من روشن ازوست
هر ذرّه ز صد هزار خورشید به است

۱۴۱

ساقی ا که لبش مفرّحِ یاقوت ست
دل را غمِ او قوّت و جان را قوت ست
هر کس که نشد کشته بطوفانِ غمش
در کشتیِ نوح زنده در تابوت ست

۱۴۲

ای ساقی! ازان مئی که دل و دینِ منست
پُر کن قدحی که جانِ شیرینِ منست
گر نیست شراب خوردن آئینِ شما
معشوقه بجام خوردن آئینِ منست

۱۴۳

در هیچ سری نیست که اسراری نیست
دل را خبر از اندک و بسیاری نیست
هر طایفهٔ زنند راهی در پیش
الّا رهِ عشق را که سالاری نیست

۱۴۴

گُل گفت بہ از لقائے من رُوئے نیست
بلبل بزبانِ حال با اُو می گفت
چندین ستم گلاب گر - بارے چیست
یک روز کہ خندید کہ سالے نگریست؟

۱۴۵

بدنامی من ز عرش و کرسی بگذشت
فی الجملہ خوشی نیست اگر دست دہد
وین عمر عزیز نیز از سی بگذشت
صد کاسہ پیاپے کہ عروسی بگذشت

۱۴۶

ساقی! دلِ من ز غم فرسودہ تر است
ہر چند بخونِ دیدہ دامن شویم
کو زیر زمین - زہی - دل آسودہ تر است
دامانِ ترم - ز دیدہ - آلودہ تر است

۱۴۷

ساقی! دلِ من ز دست گر خواہد رفت
صوفی کہ چو ظرفِ تنگ - از خویش پر است
بحر ست کجا ز خود خواہد رفت
یک جرعہ اگر دہی - بسر - خواہد رفت

۱۴۸

ساقی! حذر - از غمِ تو ام آہ کہ نیست
مقصودِ منی - و جز تو کس در دلِ من
صبرم ز رخت - خوش است - آگاہ کہ نیست
واللہ کہ نیست ثم باللہ کہ نیست

۱۴۹

ساقی! گل و سبزہ بس طربناک شدست
مئے نوش و گلے بچین کہ تا ورنگری
دریاب کہ ہفتۂ دگر - خاک شدست
گُل خاک شدست سبزہ خاشاک شدست

۱۵۰

ساقی! مئے کہنہ یارِ دیرینِ من است
بے دخترِ رز عیش تہِ آئینِ من است
گویند کہ بادہ خوار را دینے نیست
من بادہ خورم کہ بادہ خود دینِ من است

۱۵۱

ساقی! کہ ہلاکم ز غمِ ہجرانت
ہر جا کہ روی دستِ من و دامانت
رفتی و ہزار دل ہلاکم از غمِ تُست
باز آ کہ صد ہزار جان قربانت

۱۵۲

در عالمِ بے وفا کہ منزل گہِ ماست
بسیار بجستم بقبائے کہ مراست
چون روئے نو ماہ نیست۔ روشن گفتم
چون قدِ تو نیست سرو۔ میگویم راست

۱۵۳

آن بادہ کہ قابلِ حیات ست بذات
گاہے حیوان می شود و گاہے نبات
تا ظن نبری کہ ہست گردد ہیہات
موصوف بذاتِ تُست گر ہست صفات

۱۵۴

عمریست کہ مداحیِ من وردِ من است
اسبابِ مئے ہست ہر چہ در گردِ من است
زاہد! اگر استادِ تو عقل ست اینجا
خوش باش کہ استادِ تو شاگردِ من است

۱۵۵

در صومعہ و مدرسہ و دیر و کنشت
ترسندہ دوزخ است و جویائے بہشت
آن کس کہ ز اسرارِ خدا با خبر ست
زین تخم در اندرونِ دل ہیچ نکشت

۱۵۶

امروز که آدینه مرا اورا نام است — مئے نوش کن از قدح چه جائے جام است
هر روز اگر یک قدح مئے می خوری — امروز دو خور که سیدالایام است

۱۵۷

ترکیب طبائع چو بکام تو دمے است — تو وا دکن از هر چه که هر دم ستمے است
با اہل خرد نشین که اصل من و تو — گردے و شرارے و نسیمے و نمے است

۱۵۸

با مطرب و مئے حور سرشتے گر ہست — با آب روان و لب کشتے گر ہست
بہ زین مطلب - دوزخ فرسودہ متاب — حقا که جز این نیست بہشتے گر ہست

۱۵۹

دنیا دیدی و هر چه دیدی هیچ است — وان نیز که گفتی و شنیدی هیچ است
سرتاسر آفاق دویدی هیچ است — وآن نیز که در خانه خزیدی هیچ است

۱۶۰

هیئات که این جسم مجسم هیچ است — داین دایره و سطح مجسم هیچ است
دریاب که در کشاکش موت و حیات — وابستهٔ یک دم ایم وآن هم هیچ است

۱۶۱

در عالم خاک - خاک پاشیدم ورفت — صد دشمن و دوست برتراشیدم ورفت
با چون و چرای تو مرا کارے نیست — چندانکه بداشتی بپاشیدم ورفت

۱۶۲

مئے خور کہ بزیرِ گل بسے خواہی خفت
بے مونس و بے حریف و بے ہمدم و جفت
زنہار بکس مگو تو این رازِ نہفت
ہر لالہ کہ پژمردہ نخواہد بشگفت

۱۶۳

مے می خورم و مخالفان از چپ و راست
گویند مخور بادہ کہ دین را اعداست
چون دانستم کہ مے عدوِ دین است
واللہ بخورم خونِ عدو را کہ رواست

۱۶۴

دورانِ جہان بے مئے و ساقی ہیچ است
بے زمزمۂ نائے عراقی ہیچ است
ہر چند در احوالِ جہان می نگرم
حاصل ہمہ عشرت است و باقی ہیچ است

۱۶۵

ابر آمد و زار بر سرِ سبزہ گریست
بے بادۂ ارغوان نمی باید زیست
امروز کہ این سبزہ تماشاگہِ ماست
تا سبزۂ خاکِ ما - تماشاگہِ کیست

۱۶۶

در یاب کہ از روح جدا خواہی رفت
در پردۂ اسرارِ خدا خواہی رفت
مے خور کہ ندانی از کجا آمدۂ
خوش زی چو ندانی کہ کجا خواہی رفت

۱۶۷

بر چہرۂ گل شبنم نوروز خوش است
در صحنِ چمن - روئے دل افروز خوش است
از دی کہ گذشت ہر چہ گوئی خوش نیست
خوش باش و ز دی مگو کہ امروز خوش است

۱۶۸

زین پیش نشانِ بودنی‌ها بودست / پیوسته قلم ز نیک و بد آسودست
اندر تقدیر آنچه بایست بداد / غم خوردن و کوشیدن ما بیهودست

۱۶۹

ترسِ اجل و بیمِ فنا هستیِ نیست / ورنه ز فنا شاخِ بقا خواهد رست
من از دمِ عیسوی شدم زنده بجان / مرگ آمد و از وجودِ من دست بشست

۱۷۰

با هر بد و نیک راز نتوانم گفت / دائم سخنی دراز نتوانم گفت
حالی دارم که شرح نتوانم داد / رازی دارم که باز نتوانم گفت

۱۷۱

با- باده نشین- که ملکِ محمود اینست / وز چنگ شنو- که لحنِ داود اینست
از آمده و رفته دگر یاد مکن / حالی خوش باش زانکه مقصود اینست

۱۷۲

گردون نگری ز عمرِ فرسودهٔ ماست / جیحون اثری ز چشمِ پالودهٔ ماست
دوزخ شرری ز رنجِ بیهوده ماست / فردوس دمی ز وقتِ آسوده ماست

۱۷۳

در خواب بدم مرا خردمندی گفت / کز خواب کسی را گلِ شادی نشکفت
کاری چه کنی که با اجل باشد جفت / برخیز که زیرِ خاک می باید خفت

۱۷۴

چون چرخ بکام یک خردمند نگشت
چون باید مُرد آرزوها همه هیچ
خواهی تو فلک هفت شمر خواهی هشت
چه مور خورد بگور و چه گرگ بدشت

۱۷۵

شادی مطلب که حاصل عمر دمی ست
احوال جهان و اصل این عمر که هست
هر ذره ز خاک کیقبادی و جمی است
خوابی و خیالی و فریبی و دمی است

۱۷۶

این کهنه رباط را که عالم نام ست
بزمی ست که وا ماندهٔ صد جمشید ست
آرام گه ابلق صبح و شام ست
قصری ست که تکیه گاه صد بهرام است

۱۷۷

بلبل چو بباغ ناله بر دست گرفت
زان پیش که مردان مرا از سر جهل
می باید همچو لاله بر دست گرفت
گویند فلان پیاله بر دست گرفت

۱۷۸

یارب تو کریمی و کریمی کرم ست
با طاعتم ار بخشی آن نیست کرم
عاصی ز چه رو برون ز باغ ارم ست
با معصیتم اگر ببخشی کرم ست

۱۷۹

اکنون که گل سعادتت پر بار است
می خور که زمانه دشمن غدار است
دست تو ز جام می چرا بیکار است
در یافتن روز چنین دشوار است

۱۸۰

مهتاب بنور- دامنِ شب بشگافت
مے خور که دمے خوشتر ازان نتوان یافت
خوش باش و بیندیش که مهتاب بسے
اندر سرِ خاک یک بیک خواهد تافت

۱۸۱

پیش از من و تو مرد و بسے زن بودست
کافاق ز جمله نشان مزیّن بودست
زود آد- که تنِ تو خاک گردد زیرا
خاکِ تو دگر هزار ره تن بودست

۱۸۲

از بادِ صبا- دلم چو بوئے تو گرفت
ما را بگذاشت جستجوئے تو گرفت
اکنون ز منش هیچ نمی آید یاد
بوئے تو گرفته بود خوئے تو گرفت

۱۸۳

آن قصر که بهرام درو جام گرفت
آهو بچه کرد و شیر آرام گرفت
بهرام که گور می گرفتے همه عمر
بنگر که چگونه گور بهرام گرفت

۱۸۴

با حکم خدا بجُز رضا در نگرفت
با خلق بجُز روئے زما در نگرفت
هر حیله که در تصوّرِ عقل آید
کردیم ولیک با قضا در نگرفت

۱۸۵

کم گوی که فضل حق بآسانی نیست
وز توبه بگوئے کانچه می دانی نیست
چندین پسرِ شکرلب و شیرین گور
چون توبه توان کرد مسلمانی نیست

۱۸۶

صحرا رخ خود ز ابرِ نوروز بشُست / دین دهر شکسته دل بتو گشت درُست

با سبز خطے بسبزہ زارے مے خور / بر یادِ کسے کہ سبزہ از خاکش رُست

۱۸۷

ہر چند کہ از گناہ مخمورم و زشت / نومیّد نیم چو بُت پرستان ز کنشت

امّا سحرے کہ میرم از مخموری / مے خواہم و معشوق چہ دوزخ چہ بہشت

۱۸۸

ہر کو رقمے ز عقل در دل بنگاشت / یک روز ز عمرِ خویش ضایع نگذاشت

یا در طلبِ رضائے یزدان کوشید / یا راحتِ جان گزید و ساغر برداشت

۱۸۹

اے وائے بران دل کہ درو سوزے نیست / سودا زدۂ مہرِ دل افروزے نیست

روزے کہ تو بے بادہ بسر خواہی بُرد / ضائع تر از آن روز ترا روزے نیست

۱۹۰

من بندۂ عاصیم رضائے تو کجاست / تاریک دلم نورِ صفائے تو کجاست

ما را تو بہشت اگر بطاعت بخشی / این مزد بود لطف و عطائے تو کجاست

۱۹۱

تا کے ز چراغِ مسجد و دودِ کنشت / تا کے ز زیانِ دوزخ و سودِ بہشت

رو بر سرِ لوح بین کہ اُستادِ قضا / اندر ازل آنچہ بودنی بود نوشت

۱۹۲

هر دل که درو مایهٔ تجرید کم ست
بیچاره همه عمر ندیمِ ندم ست
جز خاطرِ فارغ که نشاطے وارد
باقی همه هرچه هست اسبابِ غم ست

۱۹۳

در مجلسِ دهر سازِ مستی پست ست
نه چنگ نه نالۂ و نے دلم در دست ست
رندان همه ترکِ مے پرستی کردند
جز محتسبِ شهر که دایم مست ست

۱۹۴

از ما رمقے بسعی ساقی ماند ست
در صحبتِ عمر - بے وفائی ماند ست
از بادهٔ دوشین - یک منے بیش نماند
از عمر ندانم که چه باقی ماند ست

۱۹۵

نفست بسگِ خانه همی ماند راست
جز بانگِ میان تهی ازو هیچ نخاست
روبه صفت ست - خوابِ خرگوش دهد
آشوب پلنگ وارد و گرگِ وغاست

۱۹۶

پُرخون ز فراقت جگرے نیست که نیست
شیدائے تو صاحب نظرے نیست که نیست
باآنکه نداری سرِ سودائی کسے
سودائے تو در هیچ سرے نیست که نیست

۱۹۷

از آتشِ این طائفه جز دودے نیست
ز هیچ کسم امیدِ بهبودے نیست
دستے که ز دستِ چرخ بر سر دارم
در دامنِ هر که می زنم سودے نیست

۱۹۸

بیگانه اگر وفا کند خویشِ من است
گر زهر موافقت کند تریاک است
ور خویش جفا کند بد اندیشِ من است
ور نوش مخالفت کند نیشِ من است

ردیف حرف ج تازی

۱

تا بتوانی غمِ جهان هیچ مسنج
خوش می خور و می بخش درین دارِ سپنج
بر دل منه از آمده و زنامده رنج
با خود نبری گرچه بسے داری گنج

ردیف حرف چ فارسی

۱

دانی زجهان چه طرف بربستم-؟ هیچ
شمعِ طربم ولے چو بنشستم- هیچ
وز حاصلِ عمر چیست در دستم؟ هیچ
من جامِ جمم-ولے چو بشکستم هیچ

۲

ساقی قدحے که کارِ دنیا همه هیچ
طوفانِ فنا چو بشکند کشتیِ عمر
این گفت و شنود و جنگ و غوغا همه هیچ
عالم همه هیچ-و حاصل ما همه هیچ

۳

از عقل عنان مپیچ و در ساغر هیچ
دستار و طرب بباده بفروش و مپرس
از خلد و سقر بگذر و کوثر هیچ
کم کن قصبے بر طربے بر سر هیچ

ردیف حائے حطی

۱

گو مطرب و مے تا بدہم داد صبوح
مارا بجہاں سہ چیز می باید خوش
خوش وقت کسے کہ می کند یاد صبوح
سرمستی و عاشقی و فریاد صبوح

۲

اے عارض تو نہادہ بر نسرین طرح
وے غمزۂ تو داد شہِ مائل را
رُوے تو فگند بر بتانِ چین طرح
اسپ و رُخ و فیل و بیدق و فرزین طرح

ردیف خائے معجمہ

۱

چون می گذرد عمر چہ شیرین و چہ تلخ
مے نوش کہ بعد از من و تو ماہ بسے
پیمانہ چو پُر شود چہ بغداد و چہ بلخ
از سلخ بغرہ آید و از غرّہ بسلخ

ردیف حرف دال مہملہ

۱

در چشمِ من آمد آن سہی سروِ بلند
این دیدۂ شوخ می بردو دل بکمند
بربود دلم ز دست و در پائے فگند
خواہی کہ بکس دل ندہی دیدہ بہ بند

۲

مارا بشراب و شاہد آموختہ اند
ہر کسوتِ خرّمی کہ در عالم ہست
در مجلسِ ما شمعِ طرب سوختہ اند
بر قامتِ روزگار ما دوختہ اند

۳

صد بار بغربالِ فلک بیختہ اند
پیوندِ بقا بباد کن کین ترکیب
خاکے کہ گلِ من و تو انگیختہ اند
تا می نگری ز ہم فرو ریختہ اند

۴

منزل بمیانِ خاک و خون خواهی کرد
وین خیمهٔ عاریت نگون خواهی کرد
خوش باش درین روز چو آگاه نهٔ
تا بارِ سبر از کجا برون خواهی کرد

۵

تا چند اسیرِ رنگ و بو خواهی شد
چند از پئے هر زشت و نکو خواهی شد
گر چشمهٔ زمزمی و گر آبِ حیات
آخر بدلِ خاک فرو خواهی شد

۶

دریاب که از رُوح جدا خواهی شد
در پردهٔ اسرارِ فنا خواهی شد
خوش باش ندانی ز کجا آمدهٔ
مے نوش چه دانی بکجا خواهی شد

۷

چون مُرده شوم خاکِ مرا گم سازید
و احوال رهی عبرتِ مردم سازید
چون درگذرم بمے بشوئید مرا
در کالبدم خشتِ سرِ خُم سازید

۸

اسرارِ وجودِ خام ناپخته بماند
وان گوهرِ بس لطیف ناسُفته بماند
هر کس بطریقِ عقل چیزے گفتند
آن نکته که اصل بود ناگفته بماند

۹

آن کوزه که پُر کرده و پرداخته اند
بشکسته و بر رهگذر انداخته اند
زنهار که پائے بر سفالش ننهی
کان کوزه ز کاسهٔ سرے ساخته اند

۱۰

تا چند ز غصه ها دلت خون گردد — جامے درکش که عمرت افزون گردد
روزے دو بکام دل بران کز پس آن — پیدا نبود که حالها چون گردد

۱۱

ساقی چو ستم غم نه باندازه کند — فریاد مرا بلند آوازه کند
هر دم ز غمت گوشهٔ چشمے بفگن — کان نرگس مست جان من تازه کند

۱۲

ساقی قدحے که جان فزائے تو بود — خوش وقت کسے که خاکپائے تو بود
آنجا که توئی هزار خورشید فلک — سرگشته چو ذره در هوائے تو بود

۱۳

ساقی چه صلاح از مجنون آید — حال از تو مگر باز بفسانون آید
پرکن قدحے - تهی دست و دل ایم — از دست و دل تهی چه بیرون آید

۱۴

ساقی گل بخت هر که پژمرده بود — با گرمی عیش هم دل افسرده بود
چشمے که چو شمع زنده و دور اندیش است — چشمیست که زنده بر تن مرده بود

۱۵

ساقی ز زمانه چند بیداد رسد — تا چند ستم بر دل ناشاد رسد
فریاد چه سود چون بود بخت بخواب — بیداری دل مگر بفریاد رسد

۱۶

ساقی! دو جہان کجا دمے غم ارزد
عالم چہ کنیم گوشۂ چشم فگن
یک جام بدہ کہ ملک صد جم ارزد
یک گوشۂ چشم تو دو عالم ارزد

۱۷

ساقی! فرح از ساغر مے می باشد
دیوانہ من از ہجر نوام عیب مکن
عیش و طرب از نوائے نائے می باشد
دیوانگی از برائے کسے می باشد

۱۸

ساقی چو بکف جام شرابے گیرد
جز ساقی ما کہ خضر راہ کرم است
از بہر دلے جگر کبابے گیرد
کس نیست کہ دست کس بآبے گیرد

۱۹

ساقی ز غم تو ہر کہ مدہوش بود
خنداں چو گل بہشت از دوزخ غم
خاموش بود اگرچہ در جوش بود
این کار مجردان خاموش بود

۲۰

ساقی بنو گر شویم ہمدم چہ شود
زاں بحر کرم کہ عالمے کام رواست
زخم دل ما رسد بمرہم چہ شود
یک جرعہ رسد بکام ما ہم چہ شود

۲۱

ساقی ز ادب مست نو گر دور بود
گر مست حقیقت است و گر مست مجاز
خونش بخورید اگرچہ منصور بود
بد مست گمان مبر کہ معذور بود

	۲۲	
ساقی ! قدحے کہ ہر کہ بیدار بود ہر کس کہ حیات جوید از ظلمتِ دہر		امید خیالش از لبِ یار بود آخر ز حیاتِ خویش بیزار شود
	۲۳	
ساقی سر اگر جدا بہ تیغ از تو بود گر ہر سرِ موئے صد ہزارم جان است		خونبار دو دیدہ ہمچو میغ از تو بود نامردم اگر یکے دریغ از تو بود
	۲۴	
ساقی قدحے کہ سوزِ داغم نرود بوئے کہ چو غنچہ در دماغم ز مے است		تا روغنِ بادہ در چراغم نرود مغزم بشگافی - از دماغم نرود
	۲۵	
ساقی دلِ من ز طمع نہ یاری ببرید جان داشتن امید واری و آخرِ کار		وز بخت اُمید سایہ داری ببرید وز بخت اُمید سایہ داری ببرید
	۲۶	
ساقی مئے گر ز ساغرِ جم باشد من بندۂ آن کسم کہ در دورِ فلک		در دُردِ وے محنت از خمِ غم باشد بر ہر چہ نصیبِ اوست خرّم باشد
	۲۷	
ساقی بہ بہشت اگر چہ راہم بدہند این بادہ نہ درخورِ گدائے چو من است		خواہم من از آن چشمِ سیاہم بدہند یک جرعہ مگر بعشق شاہم بدہند

۲۸

ساقی قدحی که گر بتان ناز کنند
مستان به نیاز کار خود ساز کنند
چندان بدر میکده سر خواهم زد
کز غیب دری بروی من باز کنند

۲۹

ساقی قدحی ورنه حزین خواهم مرد
مدهوش کنم که من چنین خواهم مرد
من باده پرست بوده ام تا هستم
این دین منست من بدین خواهم مرد

۳۰

ساقی که ز آفتاب رخ مستم کرد
چون ذرّه بلندی شوم پستم کرد
بگداخت چو مه ز لاف هستیم تمام
چون نیست شدم بیک نظر هستم کرد

۳۱

در راه تو کوه را به کاهی بخشند
صد مجرم را به بیگناهی بخشند
آن روز که خلعت سعادت دوزند
صد ساله گناه را به آهی بخشند

۳۲

ما را ز خرابات خراب آوردند
در میکده بردند و شراب آوردند
گفتم که شراب را کبابی باید
دلها همه بردند و شراب آوردند

۳۳

آنها که بکام دل جهان داشته اند
ناکام جهان بجای بگذاشته اند
تو پنداری که جاودان خواهی ماند
پیش از تو همه ایشان چو تو پنداشته اند

۴۶

ای نام تو سر دفتر اسرار وجود
در پردهٔ کبریا نهان گشته ز خلق
نقش و صفت بر در و دیوار وجود
بنشسته عیان بر در و دیوار وجود

۴۷

قدر گل و مل باده پرستان دانند
از بی‌خبری - بی‌خبران معذوراند
نی تنگدلان و تنگ دستان دانند
ذوقی ست درین باده که مستان دانند

۴۸

ز آوردن من نبود گردون را سود
وز هیچ کسی نیز دو گوشم نشنید
وز بردن من جاه و جلالش نفزود
کاوردن و بردن من از بهر چه بود

۴۹

بوی خوش گل بزخم خاری ارزد؟
یاری که ازو هزار جان تازه شود
گر باده خوری هم بخماری ارزد؟
انصاف بده که انتظاری ارزد؟

۵۰

آنکس که زمین و چرخ و افلاک نهاد
بسیار لب چو لعل و زلفین چو مشک
بس داغ که او بر دل غمناک نهاد
در طبل زمین و حقهٔ خاک نهاد

۵۱

خورشید کمند صبح بر بام افگند
می خور که منادی سحر گه خیزان
کیخسرو روز باده در جام افگند
آوازه ز سیّر تو در ایام افگند

۵۲

دستِ چو منے که جام و ساغر گیرد | جیف ست که آن دفتر و ممبر گیرد
تو زاهدِ خشکی و منم فاسقِ تر | آتش نشنیده ام که در تر گیرد

۵۳

زان پیش که نامِ تو ز عالم برود | مے خور که چو می رسد بدل غم برود
بکشا سرِ زلفِ بُتنے بند ز بند | زان پیش که بند بندت از هم برود

۵۴

چون رزقِ تو آنچه عدل قسمت فرمود | یک ذره نه کم شد و نخواهد افزود
آسوده زهرچه هست می باید شد | آزاده زهرچه هست می باید بود

۵۵

جانم بفدائے آنکه او اهل بود | سر در قدمش اگر نهم سهل بود
خواهی که بدانی بیقین دوزخ را | دوزخ بجهان صحبتِ نا اهل بود

۵۶

در ملکِ تو از طاعتِ من هیچ فزود | ور معصیتے که رفت نقصانے بود
بگذار و بگیر زانچه معلومم شد | گیرندهٔ دیری و گذارندهٔ زود

زانکه

۵۷

آنها که کهن شدند آنها که نو اند | هر یک بمرادِ خویش یک یک برسند
این سفله جهان بکس نماند جاوید | رفتند و روند دیگر آیند و روند

۵۸

دل چراغی ست که نور از رخ دلبر گیرد — ور بمیرد ز غمش زندگی از سر گیرد
صفت شمع به پروانه ولی باید گفت — کاین حدیثی ست که با سوختگان در گیرد

۵۹

می گرچه حرام ست ولی تا که خورد — وانگاه چه مقدار و دگر با که خورد
آنگاه که این چهار شرط آمد جمع — پس می نخورد مردم دانا که خورد

۶۰

آنها که فلک دیده و دهر آرایند — آیند و روند و باز با دهر آیند
در دامن آسمان و در زیر زمین — خلقی ست که تا خدا دهر آسائیند

۶۱

این قافلهٔ عمر عجب می گذرد — دریاب دمی که با طرب می گذرد
ساقی غم فردای حریفان چه خوری — پیش آر پیالهٔ که شب می گذرد

۶۲

آنها که در آمدند و در جوش شدند — آشفتهٔ ناز و طرب و نوش شدند
خوردند پیالهٔ و مدهوش شدند — در خواب عدم جمله هم آغوش شدند

۶۳

بر چشم تو ارچه عاشقان یک رای اند — یک رای بدان که عاقلان یک رای اند
بر باد نصیب خویش کش بربایند — بسیار چو تو شدند و بسیار آیند

۶۴

بوسیده مرقع اند این خامے چند
بگرفته ز طامات الف لامے چند
نا رفته رہِ صدق و صفا گامے چند
بدنام کنندۂ نکو نامے چند

۶۵

آن کس که گُنه بنزدِ او سهل بود
علم ازلی - علتِ عصیان کردن
این نکته بگوید از که او اهل بود
نزدیکِ حکیم غایتِ جهل بود

۶۶

سرِّ همه - دانائے فلک می داند
گیرم که بزرق خلق را بفریبی
کو مُو بمُو و رگ برگ می داند
با او چه کنی که یک بیک می داند

۶۷

چون کار نه بر مرادِ ما خواهد بود
پیوسته نشسته ایم در حیرتِ آنکه
اندیشه و جهدِ ما کجا دارد سُود
دیر آمده ایم و رفت می باید زود

۶۸

این چرخ جفا پیشه دغاے بنیاد
هر جا که یکے دید که داغے دارد
هرگز گرهِ بستهٔ کس را نگشاد
داغے دِگرش بر سرِ آن داغ نهاد

۶۹

آن مرد نیم کز عدمم بیم آید
جاے ست بعاریت بمن داده خدا
آن بیم مرا خوشتر ازین بیم آید
تسلیم کنم چو وقتِ تسلیم آید

	۷۰	
وآن را بدو حرف مختصر خواهم کرد با مهر تو سر ز خاک بر خواهم کرد		از واقعهٔ ترا خبر خواهم کرد با عشق تو در خاک فرو خواهم شد
	۷۱	
جز جام لبالب پیاپی نخورد خاکش بسر آنکه غم خورد مے نخورد		عاقل غم و اندیشهٔ لاشئ نخورد غم در دل و باده در صراحی باشد
	۷۲	
از نیک و بد زمانه بگسل پیوند هم بگسلد و نماند این روزے چند		کم کن طمع از جهان - بمیری خورسند خوش باش دمے چنانکه این دور فلک
	۷۳	
در کار جهان خموش می باید بود بے چشم و زبان و گوش می باید بود		در عالم جان بهوش می باید بود تا چشم و زبان و گوش برجا باشد
	۷۴	
عقل و خرد و هوش بران بگمارند خاکے بدهان ست چه می پندارند		این کوزه گران که دست در گل دارند مشت و لگد و طپانچه تا چند زنند
	۷۵	
یعنی لب من نیز چو لبهاے تو بود لبهات چنین شود بغربال دود		لب بر لب کوزه هیچ دانی مقصود آخر چو وجود من نمانده موجود

۷۶

شب نیست که عقل در تحیر نشود — وز گریه کنار من پر از دُر نشود
پُر مَی نشود کاسهٔ سر از سودا — آن کاسه که سرنگون بود پُر نشود

۷۷

آنها که محیط فضل و آداب شدند — در کشفِ علوم شمعِ اصحاب شدند
ره زین شبِ تاریک نبردند برون — گفتند فسانهٔ و در خواب شدند

۷۸

آنها که اسیرِ عقل و تمییز شدند — در حسرتِ هست و نیست ناچیز شدند
رُو باخبران - تو آبِ انگور گزین — کاین بی‌خبران بغورهٔ مویز شدند

۷۹

پیری سر رای بی صوابی دارد — گلنارِ رخم برنگِ آبی دارد
بام و در و چار رکنِ دیوارِ وجود — ویران شد و روی در خرابی دارد

۸۰

آن عقل که در رهِ سعادت پوید — روزی صد بار خود ترا می گوید
دریاب تو این یک دمه صحبت که نه‌ای — آن تره که بدروید دیگر روید؟

این تن که چو

۸۱

هرچند دلم ز علم محروم نشد — کم ماند ز اسرار که مفهوم نشد
اکنون که بروی کار در می‌نگرم — معلوم شد که هیچ معلوم نشد

۸۲

تا بر دہ بصبح در طلب شامے چند — ننہادہ برون ز خویشتن گامے چند

در کسوتِ خاص آمده از عامے چند — بدنام کنندۂ نکونامے چند

۸۳

امشب مے جامِ یک منی خواہم کرد — خود را بدو جامِ مے غنی خواہم کرد

اوّل سہ طلاقِ عقل و دین خواہم گفت — پس دخترِ رز را بزنی خواہم کرد

۸۴

تا چند اسیرِ رنگ و بو خواہی شد — چند از پئے ہر زشت و نکو خواہی شد

گر چشمۂ زہری و اگر آبِ حیات — آخر بدلِ خاک فرو خواہی شد

۸۵

آن کاسہ گرے کہ کاسۂ سر وا کرد — در کاسہ گری صنعتِ خود پیدا کرد

بر خوانِ وجودِ ما کنون کاسہ نہاد — وان کاسۂ سرنگون ترا رسوا کرد

۸۶

اجرام کہ ساکنانِ این ایوانند — اسبابِ تردّدِ خردمندانند

ہان تا سرِ رشتۂ خرد گم نکنی — کانان کہ مدبّرانند سرگردانند

۸۷

ہر صبح کہ روئے لالہ شبنم گیرد — بالائے بنفشہ در چمن خم گیرد

انصاف مرا ز غنچہ خوش می آید — کو دامنِ خویشتن فراہم گیرد

۸۸

وقتی ست که از سبزه جهان آرایند
موسی صفتان ز شاخ کف بنمایند
عیسی نفسان ز خاک بیرون آیند
در چشم سحاب دیدها بگشایند

۸۹

در دهر هر آنکه نیم نانی دارد
از بهر نشست آشیانی دارد
نه خادم کس بود نه مخدوم کسی
گو شاد بزی که خوش جهانی دارد

۹۰

گردون ز زمین هیچ گلی بر نارد
کش نشکند و باز بگل نسپارد
گر ابر چو آب و خاک را بر دارد
تا حشر همه خون عزیزان بارد

۹۱

زان سر بگلی که پیر دهقان دارد
پر کن که دلم میل فراوان دارد
از سر گل آرزو بدر کن که جهان
در زیر گل آرزو فراوان دارد

۹۲

روزی که جزای هر صفت خواهد بود
قدر تو بقدر معرفت خواهد بود
در حسن صفت کوش که در عرصهٔ حسن
حشر تو بصورت صفت خواهد بود

۹۳

زان پیش که غمهات شبیخون آرند
فرمای که تا بادهٔ گلگون آرند
تو زر نهٔ ای غافل نادان که ترا
در خاک نهند و باز بیرون آرند

۹۴

چون مرده شوم خاک مرا گم سازند
احوال مرا عبرت مردم سازند
پس خاک و گلم بباده آغشته کنند
وز کالبدم خشت سر خم سازند

۹۵

قومی ز گزاف در غرور افتادند
قومی ز پئے حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پردہا بردارند
کز کوئے تو دور دور افتادند

۹۶

توبه نه کند هر که ثباتش باشد
او باده که چون آب حیاتش باشد
اندر رمضان اگر کسے توبه کند
بارے ز نماز ها نجاتش باشد

۹۷

مے باید خورد و کام دل باید راند
در دل نتوان درخت اندوه نشاند
ہمواره کتاب خرمی می باید خواند
پیداست که چند در جهان خواهی ماند

۹۸

وقتے که طلوع صبح ازرق باشد
باید بکفت جام مروق باشد
گویند که حق تلخ بود در همه حال
باید بهمه حال که مے حق باشد

۹۹

از باده شب اگر خمارم نبود
مے خوردن روز اختیارم نبود
گفتی بکن اختیار مے خوردن روز
در خوردن روز بخت یارم نبود

۱۰۰

در دهر چو آوازهٔ گل تازه دهند ‌ فرما، پیالهٔ مے باندازه دهند

از دوزخ و ز بهشت و ز حور و قصور ‌ فارغ بنشین که آن خود آوازه دهند

۱۰۱

گویند بہشت حور عین خواہد بود ‌ و انجا مے ناب و انگبین خواہد بود

گر ما مے و معشوق پرستیم رواست ‌ چون عاقبت کار ہمین خواہد بود

۱۰۲

امروز که توسن فلک زین کردند ‌ آرایش مشتری و پروین کردند

این بود نصیب ما ز دیوان قضا ‌ ما را چه گنه قسمت ما این کردند

۱۰۳

آنها که کشندهٔ شراب ناب اند ‌ و آنها که بشب مدام در محراب اند

بر خشک یکے نیست ہمه در آب اند ‌ بیدار یکے ہست دگران در خواب اند

۱۰۴

مے خور که سمن بسے سہا خواہد شد ‌ خوش زی که بسی بسے سہا خواہد شد

بر طرف چمن ز زندگی بر خور ‌ زیرا که چمن بسے چو ما خواہد شد

زندگانی

۱۰۵

شب نیست که آہ من بجوزا نرسد ‌ و ز گریهٔ من سیل بدریا نرسد

گفتی که بتو باده خورم پس فردا ‌ شاید که مرا عمر بفردا نرسد

	۱۰۶	
یاران چو باتّفاق میعاد کنید		خود را بجمالِ یک دگر شاد کنید
ساقی چو مے مغانه در کف گیرد		بیچاره فلان را بدعا یاد کنید
	۱۰۷	
روز نیست خوش و هوا نه گرم است نه سرد		ابر از رُخِ گل زاره همی شوید گرد
بلبل بزبانِ حالِ خود باگُلِ زرد		فریاد همی کُنند که مے باید خورد
	۱۰۸	
گه وقت خوشت بمئے پرستی گُذرد		گاه در غمِ نیستی و هستی گُذرد
مئے خور بچنین عمر که مرگ از پے اوست		آن به که بخواب یا بمستی گُذرد
	۱۰۹	
مئے خور که تنت بخاک در ذرّه شود		خاکت پس ازان پیاله و خمره شود
از دوزخ و از بهشت فارغ می باش		عاقل بچنین عمر چرا غرّه شود
	۱۱۰	
عشقے که مجازی بود آبش نبود		چون آتشِ نیم مُرده تابش نبود
عاشق باید که سال و ماه و شب و روز		آرام و قرار و خورد و خوابش نبود
	۱۱۱	
ایزد به بهشت وعده با ما مے کرد		پس در دو جهان حرام مے راکے کرد
شخصے زعرب ناقهٔ خمره پے کرد		پیغمبر با حرام مے بروے کرد

مُرند

نا شنیده بهشت و دوزخ از جوان

	۱۱۲	
اکنون که ز خوش دلی بجز نام نماند دست طرب از ساغر مے باز مگیر		امروز که در دست بجز جام نماند یک همدم پخته جز مئے خام نماند
	۱۱۳	
گویند بهشت و حوض کوثر باشد پر کن قدح باده و بر دستم نه		وانجا مئے ناب و شهد و شکر باشد نقدے ز هزار نسیه خوشتر باشد
	۱۱۴	
آن قوم که در مقام تمکین رفتند مسکین مسکین بمرگ هم می گفتند		با آخر کار جمله مسکین رفتند وان طائفه کاندر ره تمکین رفتند
	۱۱۵	
در راه چنان رو که سلامت نکنند در مسجد اگر روی چنان رو که ترا		با خلق چنان زی که قیامت نکنند در پیش نخواهند و امامت نکنند
	۱۱۶	
در راه خرد بجز خرد را مپسند خواهی که همه جهان ترا بپسندد		چون هست رفیق نیک بد را مپسند می باش بخوش دلی و خود را مپسند
	۱۱۷	
خواهی که ترا رتبت اسرار رسد از مرگ میندیش و غم رزق مخور		مپسند که کس را ز تو آزار رسد کین هر دو بوقت خویش ناچار رسد

۱۱۸

در چرخ با نواع سخنها گفتند
این بی‌خبران گوهر دانش سُفتند
واقف چو نگشتند بر اسرار فلک
اوّل زنخی زدند و آخر خفتند

۱۱۹

این خلق همه خران با افسوس اند
پُر مشغله و میان تهی چون کوسند
خواهی که کف پای ترا می بوسند
خوش نام بزی که بندهٔ ناموس اند

۱۲۰

می نوش که تا غم از نهادت برود
شغل دو جهان جمله ز یادت ببرد
رو آتش تر گزین که این آب حیات
آنگه که شوی خاک ز یادت برود

طلب کن

۱۲۱

می خور که ز تو کثرت و قلت ببرد
واندیشهٔ هفتاد و دو ملت ببرد
پرهیز مکن ز کیمیائی که ازو
یک جرعهٔ می هزار علت ببرد

۱۲۲

چون شاهد روح خانه پرداز شود
هر چیز باصل خویشتن باز شود
این ساز وجود را با بریشم طبع
از زخمهٔ روزگار بی ساز شود

۱۲۳

گویند هر آنکسان که با پرهیزند
زانسان که بمیرند چنان برخیزند
ما با می و معشوق ازانیم مقیم
بو تا که بحشر ما چنان انگیزند

مصراع اول و سوم	شمارہ	مصراع دوم و چہارم
	۱۲۴	
اے ہم نفسان مرا ز مے قوت کنید چون فوت شوم بمے بشوئید مرا		وین چہرۂ کہربا چو یاقوت کنید وز چوب رزم تختۂ تابوت کنید
	۱۲۵	
اندیشۂ جرمم چو بخاطر گذرد لیکن شرطیست بندہ چون توبہ کند		از آتشِ سینہ آبم از سر گذرد مخدوم ـ بلطف از سرِ آن گذرد
	۱۲۶	
یک جام ہزار مرد با دین ارزد در روئے زمین ز بادہ خوشتر نبود		یک جرعۂ مے مملکتِ چین ارزد تلخے کہ ہزار جانِ شیرین ارزد
	۱۲۷	
چون عشقِ ازل بود مرا انشا کرد وانگاہ قراضۂ زرِ قلب مرا		برمن ز نخست درسِ عشق املا کرد مفتاحِ خزائنِ درِ معنی کرد
	۱۲۸	
در میکدہ جز بمے وضو نتوان کرد خوش باش کہ این پردۂ مستوریِ ما		وآن نامِ کہ زشت شد نکو نتوان کرد بدریدہ چنین شد کہ رفو نتوان کرد
	۱۲۹	
آنہا کہ اساسِ کار بر زرق نہند بر فرق نہم سبوئے مے من پس ازین		آئید میانِ جان و تن فرق نہند کہ ہمچو خروسم ارّہ بر فرق نہند

۱۳۰

عید آمد و کارها نکو خواهد کرد
ساقی می ناب در سبو خواهد کرد
افسار نماز و پوزبند روزه
عید از سر این خران فرو خواهد کرد

۱۳۱

نگذار که غصه در حصارت گیرد
واندوه محال روزگارت گیرد
می خور بکنار سبزه و آب روان
زان پیش که خاک در کنارت گیرد

۱۳۲

گویند بحشر گفتگو خواهد بود
وان یار عزیز تندخو خواهد بود
از حشر مگر بجز نکوی ناید
خوش باش که عاقبت نکو خواهد بود

۱۳۳

خوش باش که ماه عید نو خواهد شد
نی کار کسی بکار او خواهد شد
ای ساقی اگر باده دهی ورندهی
میدان که سر جمله فرو خواهد شد

۱۳۴

در وقت اجل چو کارم آماده کنند
در بستر خاکم ز نسخ ساده کنند
در خاک لحد چو خشت خواهند نهاد
زنهار که آب و گلش از باده کنند

۱۳۵

گر یک نفست ز زندگانی گذرد
مگذار که جز بشادمانی گذرد
زنهار که سرمایهٔ این ملک جهان
عمرست چنان کش گذرانی گذرد

۱۳۶

دادم بامید روزگارے بر باد
نابوده ز روزگار خود روزے شاد
زان می ترسم که روزگارم ندهد
چندانکه ز روزگار بستانم داد

۱۳۷

یک روز فلک کار مرا ساز نکرد
هرگز سوے من دمے خوش آواز نکرد
یک دم نفسے از سر شادی نزدم
کان روز که صد در غمم باز نکرد

۱۳۸

می باید بود و می باید بود +
سر تا بقدم بدرد می باید بود
دایم سبقے ز عشق می باید خواند
در کوچهٔ دوست گردمے باید بود

۱۳۹

مسکین تن من که در غریبی فرسود
آوازه ز خانمان نمی دارد سود
عمرم بگذشت و یک زمان شاد نبود
تا عاقبتم اجل کجا خواهد بود

۱۴۰

آورد باضطرابم اول بوجود
جز حیرتم از حیات چیزے نفزود
رفتیم باکراه و ندانیم چه بود
زین آمدن و بودن و رفتن مقصود

۱۴۱

آنها که بفکر دُرّ معنی سفتند
در ذات خداوند سخنها گفتند
سر رشتهٔ اسرار ندانست کسے
اول زنخے زدند و آخر خفتند

۱۴۲

آنها که خلاصهٔ جهانِ انسانند — بر اوجِ فلک براقِ همت رانند
در معرفتِ ذاتِ تو مانندِ فلک — سرگشته و سرنگون و سرگردانند

۱۴۳

از مَے طرب و نشاط و مردی خیزد — در جمعِ کُتب خُشکی و سردی خیزد
رو- باده بخور که سرخرو خواهی ماند — کز خوردنِ سبزه روے زردی خیزد

۱۴۴

بیمارم و تب در اُستخوانم دارد — ناخوردنِ مَے قصد بجانم دارد
وین طرفه نگر که هرچه در بیماری — جُز باده خورم همه زیانم دارد

۱۴۵

بر رُوئے نکوے و لبِ جوے و گُلِ زرد — تا بتوانم عیش و طرب خواهم کرد
تا بوده ام و باشم و خواهم بودن — مَے خورده ام و می خورم و خواهم خورد

۱۴۶

خوش باش که دهر بیکران خواهد بود — بر چرخ ز اختران نشان خواهد بود
خشتے که ز قالبِ تو خواهند زدن — بنیادِ سرائے دیگران خواهد بود

۱۴۷

ماهِ رمضان چنانکه امسال آمد — بر پائے خرد بندِ گران حال آمد
اے بار خدا خلق را غافل ساز — چندان که گمان کنند شوال آمد

	۱۴۸	
افسوس که نامهٔ جوانی طی شد		وین تازه بهار ارغوانی طی شد
وان مرغ طرب که نام او بود شباب		فریاد کی آمد و ندانم کی شد
	۱۴۹	
می خواره اگر غنی بود عور شود		وز عربده اش جهان پر از شور شود
در حقهٔ لعل ازان زمرد ریزم		تا دیدهٔ افعی غمم کور شود
	۱۵۰	
هر لذت و راحتی که خلاق نهاد		از بهر مجردان آفاق نهاد
هر کس ز طلاق منقلب گشت بجفت		آسایش خود ببرد و بر طاق نهاد
	۱۵۱	
فردا الم فراق طی خواهد شد		با طالع سعد قصد می خواهد شد
معشوقه موافق است و ایام بکام		اکنون نکنم نشاط کی خواهد شد
	۱۵۲	
موجود حقیقی بجز انسان نبود		بر فهم کسی این سخن آسان نبود
یک جرعه ازین شراب بی غش میکش		تا خلق خدا پیش تو یکسان نبود
	۱۵۳	
چون نیست درین زمانه سود ز خرد		جز بی خرد از زمانه بر می نخورد
پیش آر از آنکه او خرد را ببرد		تا بو که زمانه سوی ما برنگرد

۱۵۴

پیوسته خرابات ز رندان خوش باد
در دامن زهد زاهدان آتش باد
آن دلق بصد پاره و آن صوف کبود
افکنده بزیر پائے دُردی کش باد

۱۵۵

در سر هوس بتان چون خرم باد
بر دست همیشه آب انگورم باد
گویند کسان مرا خدا توبه دهاد
او خود ندهد من نکنم دورم باد

۱۵۶

در دهر کسے بگل عذارے نرسید
تا بر دلش از زمانه خارے نرسید
در شانه نگر که تا بصد شاخ نشد
دستش بسر زلف نگارے نرسید

۱۵۷

از آب عدم تخم مرا کاشته اند
از آتش غم روح من افراشته اند
سرگشته چو باد می دوم گرد جهان
تا خاک من از چه جائے برداشته اند

۱۵۸

قومے که بخواب مرگ سر باز نهند
تا حشر ز قال و قیل خود باز رهند
تا کے گوی که کس خبر باز نداد
و ز بے خبری از چه خبر باز دهند

۱۵۹

توبه مکن از مے اگرت مے باشد
صد تائب باد غات در پے باشد
گل جامه دران و بلبلان نعره زنان
در وقت چنین - توبه روا کے باشد

۱۶۰

تا یار شرابِ جان فزا ایم ندہد — صد بوسہ فلک بر سر و پایم ندہد
گویند کہ توبہ کن اگر وقت آید — چون توبہ کنم اگر خدا ایم ندھد

۱۶۱

کس را پسِ پردۂ قضا راہ نشد — وز سرِّ خدا ہیچکس آگاہ نشد
ہر کس ز سرِ قیاس چیزے گفتند — معلوم نہ گشت و قصّہ کوتاہ نشد

بقدر

۱۶۲

یک نان بدو روز گر شود حاصلِ مرد — وز کوزہ شکستہ دمے آبے سرد
مامورِ کسے دِگر چرا باید بود — تا خدمتِ چون خودے چرا باید کرد

۱۶۳

چندان مَرَو این رہ کہ دُوئی برخیزد — گر نیست دُوئی زرہروی برخیزد
تو او نشوی ولیک گر جہد کُنی — جاے برسی کز تو۔ توئی برخیزد

۱۶۴

با مُے بکنارِ جوے می باید بود — از غرصہ کنارِ جوے می باید بود
این نزہتِ عُمرِ ما چو گُل دہ روز است — خنداں لب و تازہ رُوے می باید بود

۱۶۵

طبعم ہمہ با رُوے چو گُل می خندد — دستم ہمہ با ساغرِ مُل پیوندد
از ہر جزوے نصیبِ خود بردارم — زان پیش کہ جزو ہا بکُل پیوندد

۱۶۶

تا زهره و مه بر آسمان پدید	بهتر ز مے لعل کسے هیچ ندید
من در عجبم که مے فروشان کایشان	به زانکه فروشند چه خواهند خرید

۱۶۷

چیزے که بقدّ سرو روی سازد	پیوسته همه کار عدوی سازد
گویند فرابه گر ـ مسلمان نبود	آن را تو شناگو که کدوی سازد

۱۶۸

گویند که ماهِ رمضان گشت پدید	من بعد بگرد باده نتوان گردید
در آخرِ شعبان بخورم چندان مے	کاندر رمضان مست بخفتم تا عید

۱۶۹

گر یارِ من اید ز رکِ طامات کنید	غمہاے مرا بے مکافات کنید
چون در گذرم خاکِ مرا خشت کنید	در رخنهٔ دیوارِ خرابات کنید

۱۷۰

آنها که جهان زیر قدم فرسودند	واندر طلبش هر دو جهان پیمودند
آگاه نمی شوم که ایشان هرگز	زین حال چنانکه هست آگه بودند

۱۷۱

تا خاکِ مرا بقالب آمیخته اند	بس فتنه که از خاک برانگیخته اند
من بهتر ازین نمی توانم بودن	کز بوته مرا چنین برون ریخته اند

۱۷۲

من مے خورم و ہر کہ چو من اہل بود
مے خوردنِ من حق ز ازل می دانست
مے خوردنِ او نزدِ غدا سہل بود
گر مے نخورم علمِ خدا جہل بود

۱۷۳

کس مشکلِ اسرارِ ازل را نکشاد
من می نگرم ز مبتدی تا اُستاد
کس یک قدم از نہاد بیرون ننہاد
عجز است بدستِ ہر کہ از مادر زاد

۱۷۴

از دفترِ عمر پاک می باید شد
اے ساقیِ مہ لقا تو خوش خوش ما را
در دستِ اجل ہلاک می باید شد
آبے دہ زود کہ خاک می باید شد

۱۷۵

سودا زدہ را بادہ پر و بال بود
ماہِ رمضان بادہ نخوردیم و گذشت
مے بر رُخِ خاتونِ خرد خال بود
بارے شبِ عید از مہِ شوّال بود

۱۷۶

بدخواہِ کسان ہیچ بمقصد نرسد
من نیکِ تو خواہم و تو خواہی بدِ من
یک بد نکند تا بخودش صد نرسد
تو نیک نہ بینی و بمن بد نرسد

۱۷۷

سودے تو درین قوم چہ کردی کہ خرند
سالے بیکبار آبِ جویت ندہند
دانش چہ بری کہ از تو دانش نخرند؟
روزے صد بار آبرویت ببرند

۱۷۸

خورّم دل آن کسے کہ معروف نشد	در جُبّہ و درّاعہ و در صوف نشد
سیمرغ صفت بعرش پروازے کرد	در کنجِ خرابۂ جہان بوف نشد

۱۷۹

افسوس کہ سرمایہ ز کف بیرون شد	در دستِ اجل بسے جگرہا خون شد
کس نآمد ازان جہان کہ تا پرسم ازو	کاحوالِ مسافرانِ عالم چون شد

۱۸۰

فردا کہ نصیبِ نیک بختان بخشند	قسمے بمنِ رندِ پریشان بخشند
گر نیک آیم مرا ز ایشان شمرند	ور بد باشم مرا بدیشان بخشند

۱۸۱

آنہا کہ بکارِ عقل در می کوشند	افسوس کہ جملہ گاوِ نر می دوشند
آن بہ کہ لباسِ ابلہی در پوشند	کامروز بعقلِ ترہ مے بفروشند

هیهات

۱۸۲

طبعم بہ نماز و روزہ چون مائل شد	گفتم کہ مُراد کُلّیم حاصل شد
افسوس کہ آن وضو بہ بادے بشکست	وان روزہ بہ نیم جرعہ مے باطل شد

۱۸۳

ہر جرعہ کہ ساقیش بخاک افشاند	در دیدۂ من آتشِ غم بنشاند
سُبحان اللہ تو بادہ می پنداری	آبے کہ ز صد درد دلت برہاند

در سینهٔ گرم

۱۸۴

چون دست بدامانِ هوس می نرسد
جامی بمرادِ دل بکس می نرسد
در رو قدحی دُرد کہ جامِ صافی
این شیشۂ فیروزہ بکس می نرسد

۱۸۵

خطّی کہ ز روی یار برخاستہ شُد
تو ظن نہ بری کہ حُسنِ او کاستہ شد
در باغِ رخش بہرِ تماشاگہِ جان
گل بُود و بسبزہ نیز آراستہ شُد

۱۸۶

خون از دلِ افگار برون می آید
در دیدۂ خون بار برون می آید
گر خون بچکد از مژہ ام نیست عجب
زیرا کہ گُل از خار برون می آید

۱۸۷

اندر رہِ عشق جملہ صافان دُردانند
واندر طلبش جملہ بزرگان خُرد اند
امروز شب و روز ز فردا نیست
فردا طلبان در غمِ فردا مُردند

۱۸۸

بر من قلمِ قضا چو بی من رانند
پس نیک و بدش چرا ز من می دانند
دی بی منِ امروز چو دی بی من و تو
فردا بچہ حجّتم بداور خوانند

۱۸۹

دشمن کہ مرا ہمیشہ بد می بیند
حقا کہ نہ از روی خرد می بیند
در آئینۂ درونِ خود می نگرد
آن صورتِ مردہ رنگِ خود می بیند

۱۹۰

نے جامۂ عمر کہنہ - نو خواہد شد
مے خور لب سبو و کوزہ اندوہ مخور
نے سر جہان بکام تو خواہد شد
کین کوزہ چو بشکند سبو خواہد شد

۱۹۱

با مردم نیک - بد نمی باید بود
مفتون معاش خود نمی باید بود
در بادیہ دیو دد نمی باید بود
مغرور بفضل خود نمی باید بود

۱۹۲

زلفین تو با مشک ختن - بازی کرد
بالاے ترا بسرو - نسبت کردم
با لعل لب تو روح دمسازی کرد
زان روز سہی سرو - سرفرازی کرد

۱۹۳

زان پیش کہ گورے زمن آگندہ شود
اے بادہ سر از گور صراحی بردار
واجزاے مرکبم پراگندہ شود
باشد کہ دل مردۂ من زندہ شود

۱۹۴

رفتیم - زما زمانہ آشفتہ نماند
افسوس کہ صد ہزار معنئ دقیق
با آنکہ ز صد گہر یکے سفتہ نماند
از بے خردیّ خلق ناگفتہ بماند

۱۹۵

آنان کہ بکہنہ نمدے موصوف اند
گویند کہ شبلی و جنیدیم ہمہ
دایم بکفے بنگ دو نان موقوف اند
شبلی نہ ولی در کرخے معروف اند؟

۱۹۶

گر باده بکوه برزنی رقص کند
ناقص بود آنکه باده را نقص کند
از باده مرا توبه چه می فرمائی
روحے ست که او تربیت شخص کند

اے باده پرورش جسم

۱۹۷

یاران موافق همه از دست شدند
در پاے اجل یگان یگان پست شدند
بودند بیک شراب در مجلس عمر
دورے دو سه پیشتر ز ما مست شدند

۱۹۸

مئے خواهم خورد تا که جانم باشد
گر سود جهان جمله زیانم باشد
اے جانِ جهان - درین جهان خوش نیم
من کے دانم که آن جهانم باشد

۱۹۹

ساقی علمِ سیاهِ شب - صبح ربود
برخیز و مئے مغانه را در ده زود
بکشا ز هم دو نرگسِ خواب آلود
برخیز که خفتن بسے خواهد بود

۲۰۰

سودائے ترا بهانه بس باشد
مستانه ترا ترانه بس باشد
در کشتنِ ما چرا کشد چشمِ تو تیغ
ما را سرِ تازیانه بس باشد

۲۰۱

گویند که مرد را هنر می باید
یا نسبتِ عالیِ پدر می باید
امروز چنان شد ست که نوبتِ ما
کینها همه هیچ زر می باید

۲۰۲

خوش باش که عالم گذران خواهد بود
روح از پی تن نعره زنان خواهد بود
این کاسهٔ سرها که تو بینی یک چند
زیرِ قدمِ کوزه گران خواهد بود

۲۰۳

من دامنِ زهد و توبه طے خواهم کرد
با موئے سفید قصد مے خواهم کرد
پیمانهٔ عمرِ ما بهفتاد رسید
این دم نکنم نشاط کے خواهم کرد

۲۰۴

هم دستِ منِ تشنه بجامے نرسید
هم پاے تمنا بمقامے نرسید
وان دل که بمانده بود در ناکامی
هم عاقبت الامر بکامے نرسید

۲۰۵

غم خوردنِ بیهوده کجا دارد سود
کین چرخِ فلک بسے چوما کِشت و دِرود
پُرکن قدحے مے که بکفم بده زود
تا نوش کنم که بودنیها همه بود

۲۰۶

یک جرعهٔ مے ملکِ جهان می ارزد
خشتِ سرِ خم هزار جان می ارزد
آن کهنه که لب بنگے ازو پاک کنند
حقا که هزار طیلسان می ارزد

۲۰۷

انگه که نهالِ عمر بر کنده شود
و اجرام ز یک دگر پراگنده شود
درزانکه صراحی کنند از گلِ ما
حالے که پر از باده کنی زنده شود

	۲۰۸	
آن قوم که سجّاده پرستند خرند		زیرا که بزیر بار سالوس دراند
دین از همه طرفه تر که در دیدۂ زہد		اسلام فروشند وز کافر بتراند
	۲۰۹	
شادی بہا کن که آن دہان خواہد بود		جسم ہمه در خاک نہان خواہد بود
تو باده خور و غم جہان ہیچ مخور		خود غم خورد آنکه در جہان خواہد بود
	۲۱۰	
اسرار ازل باده پرستان دانند		قدر مے و جام تنگدستان دانند
گر چشم تو حال من بداند نه عجب		شک نیست که حال مستان دانند

ردیف حرف رائے مہملہ

با سفلۂ تند خوئے بے عقل و وقار	۱	زنہار مخور باده که رنج آرد بار
بدمستی و شور و عربدہش در شب عیش		دردسر و عذرخواہی اش روز خمار
	۲	
چون نیست ترا جز آنکه او داد قرار		چندین ز پئے مراد دل رنجه مدار
ہان تا ننہی بر دل خود چندین بار		بگذشتن و بگذاشتنش آخر کار
	۳	
خشتِ سر خم ز ثروتِ جم بہتر		بوئے قدح از غذائے مریم بہتر
آہِ سحری ز سینۂ خمّارے		از نالۂ بوسعید و ادہم بہتر

	۴	
افلاک که جُز غم نفزایند دگر نا آمدها اگر بدانند که ما		نه نهند بجا تا نه ربایند دگر از دهر چه می کشیم - نایند دگر
	۵	
تا چند ازین حیله و زرّاقی «عمر» حتّی که من از ستیزه و دغدغه اش		تا چند مرا دُرد دهد ساقی «عمر» چون جرعه بخاک ریزم این باقی عمر
	۶	
از بودنی اے دوست چه داری تیمار خُرّم بزی و جهاں بشادی گذراں		وز فکرت بیهوده دل و جاں - افگار تدبیر نه با تو کرده اند اوّل کار
	۷	
از گردش روزگار بهره برگیر از طاعت و معصیت خدا مستغنی است		بر تختِ طرب نشین بکف ساغر گیر بارے تو مرادِ خود ز عالم برگیر
	۸	
وقتِ سحر است خیز اے طُرفه پسر کین یک دمِ عاریت درین کُنج فنا		پُر بادهٔ لعل کُن بلورین ساغر بسیار بجوئی و نیابی دیگر
	۹	
آن لعل در آبگینهٔ ساده بیار چون می دانی که مدّتِ عالمِ خاک		واں محرم و مونسِ هر آزاده بیار بادے است که زود بگذرد باده بیار

۱۰

لذاتِ جہان چشیدہ باشی ہمہ عمر
با یار چو آرمیدہ باشی ہمہ عمر
ہم آخرِ عمر رحلتت باید کرد
خوابے باشد کہ دیدہ باشی ہمہ عمر

۱۱

گر بُت رُخِ تست بُت پرستی خوشتر
در بادہ زجامِ تست مستی خوشتر
در مستیٔ عشق زان سبب نیست شدم
کان نیستی از ہزار ہستی خوشتر

۱۲

اے چرخِ فلک نہ عقل داری نہ ہنر
ہرگز نکُنی بکارِ آزادہ نظر
نامرداں را دہی ہمہ گنج و گہر
اَحسنت زہے۔ چرخِ مخنّث پرور

۱۳

با یارِ خوشم جامِ شراب اَولےٰ تر
در دستِ غم دیدہ پُر آب اَولےٰ تر
چون عالمِ دُون وفا نخواہد کردن
در عالمِ دُون مست وخراب اولےٰ تر

۱۴

در دایرۂ سپہر ناپیدا غور
مَے نوش بخوش دلی کہ دورست بجَور
نوبت چو بَدَر بَرِ تو رسد آہ مکن
جامے است کہ جملہ را چشانند بدَور

۱۵

چون حاصلِ آدمی دریں جائے دو در
جز دردِ دل و دادنِ جان نیست دگر
خرم دلِ آنکہ یک نفس زندہ نبود
وآسودہ کسے کہ خود نزاد از مادر

[illegible]

۱۶

سُستی مکن و فریضۂ حق بگذار
در خونِ کسے و مالِ کس قصد مکن
در عُہدۂ آن جہان منم - بادہ بیار
واں لُقمہ کہ داری ز کساں باز مدار

۱۷

دی کوزہ گرے بدیدم اندر بازار
واں گِل بزبانِ حال با او می گفت
بر پارہ گِلے ہمی لگد زد بسیار
من ہمچو تو بودہ ام مرا نیکو دار

۱۸

ایں اہلِ قبور خاک گشتند و غبار
آہ ایں چہ شراب است کہ تا روزِ شمار
ہر ذرّہ ز ہر ذرّہ گرفتند کنار
بے خود شُدہ و بے خبر اند از ہمہ کار

۱۹

کارِ ہمہ عالم بمُرادت شدہ گیر
گفتی کہ بکامِ خویش دستے بزنم
وین عُمر برفتہ و اجل آمدہ گیر
خود نتوانی و گر توانی زدہ گیر

۲۰

مردانہ درآ - ز خویش و پیوند بِبُر
ہر چیز کہ ہست سدِّ راہ است تُرا
خود را تو ز بندِ زن و فرزند بِبُر
با بند - چگونہ رَہ روی بند بِبُر

۲۱

از چرخ بکام سر برافراشتہ گیر
از گنج و گہر ہر چہ مرادِ دلِ تُست
وز عُمرِ تمام بہرہ برداشتہ گیر
برداشتہ گیر و باز بگذاشتہ گیر

۲۲

گر باده خوری تو با خردمندان خور — یا با صنمے ساده رخے خندان خور
بسیار مخور - ورد مکن - فاش مساز — اندک خور - وگه گاه خور و - پنهان خور

۲۳

اے دل همه اسباب جهان خواسته گیر — وین خانه پُر از نعمت و آراسته گیر
خوش باش درین نشیمنِ کون و فساد — روزِ دو سه بنشسته و برخاسته گیر

۲۴

جانا اے صاف وقتِ گل خوش می خور — بر یادِ بتانِ نغزِ دل کش می خور
مے خونِ رز است رز ترا می گوید — خون بر تو حلال کرده ام خوش می خور

۲۵

عمرِ تو چه دو صد و چه سیصد چه هزار — زین کهنه سرا برون برندت ناچار
گر بادشهی وگر گدائے بازار — این هر دو بیک نرخ بود آخر کار

۲۶

اے دِل همه اسبابِ جهان خواسته گیر — باغِ طربت بسبزه آراسته گیر
وانگاه بر آن سبزه شبے چون شبنم — بنشسته و بامداد برخاسته گیر

۲۷

اے دوست غمِ جهانِ بیهوده مخور — بیهوده غمِ جهانِ فرسوده مخور
چون بود - گذشت و نیست نابود پدید — خوش باش و غمِ جهانِ نابوده مخور

۲۸

اے خواجہ فقیہ گر ترا ہست خبر
چندین ز حشیش مپیچ بر اہلِ نظر
ایشان ہمہ از صانع دو صفتش گویند
نوازہ دمِ حیض و از نجاساتِ دگر

۲۹

گر آدمیٔ بادۂ گل رنگ بخور
بر نالۂ نائے و نغمۂ چنگ بخور
ور بنگ خوری چو سنگ مانی بر جائے
یک بار چو بنگ می خوری سنگ بخور

۳۰

اِے سیلِ فنا نامِ من از یاد ببر
بر دار ز خاکم و ز بنیاد ببر
بر دامنِ او تا نہ نشیند گردے
از کوچۂ او غبارم اے باد ببر

۳۱

آن مئے کہ حیاتِ جاودانی ست بخور
سرمایۂ لذتِ جوانی ست بخور
سوزندہ چو آتش ست لیکن غم را
سازندہ چو آبِ زندگانی ست بخور

۳۲

ساقی! بمنت خطاب بودست مگر
چشمت بدلِ کباب بودست مگر
آن دم کہ ترا نظر بہ بیداران بود
بختِ بدِ من بخواب بودست مگر

۳۳

ساقی بہ مئے وصل دہ بجنت کشِ ہجر
تا چند نہد دل بجوش و ناخوشِ ہجر
ہر چند چو شمع جانِ من سوختنی ست
زنہار مرا مسوز در آتشِ ہجر

	۳۴	
ساقی که غمش ز پادشاهی خوشتر		روئش ز ضیای صبح گاهی خوشتر
هرچند که دلخواه بود عیش جهان		دیدار خوشش ز هرچه خواهی خوشتر
	۳۵	
خامش منشین ولا درین ره زنهار		بین العدمین ست وجودت هشدار
زان رو که نبوده تو هیچ اوّل بار		صد بار بتر تری ازان آخر کار
	۳۶	
چون نیست درین دائره بی پرکار		از مایهٔ عمر هیچ برخوردار
هم درمئی لعل و زلف دلبر آویز		وین یک دم خویش را غنیمت میدار
	۳۷	
مئی با رخ دلبران چالاک بخور		افعی غمت گزید تریاک بخور
مئی می خورم و عیش کنم - نوشم باد		گر تو نخوری - من چه کنم خاک بخور

ردیف حرف زا معجمه

گر گوهر طاعتت نسفتم هرگز	۱	ور گرد رهت ز رخ نرفتم هرگز
نومید نیم ز بارگاه کرمت		دانی که یکی را دو نگفتم هرگز
	۲	
از جملهٔ رفتگان این راه دراز		باز آمده کو که بما گوید راز
هان بر سر این دو راه از ناز و نیاز		چیزی نگذاری که نمی آئی باز

۳

رو بر سرِ افلاکِ جهان خاک انداز
مے می خور و گردِ خوبرویان می تاز
چه جائے عبادت ست و چه جائے نماز
کز جملۂ رفتگان یکے نامد باز

۴

این چرخ که باکسے نمی گوید راز
کشتہ بستم هزار محمود و ایاز
مے خور که بکس عمر دوباره ندهند
هر کس که شد از جهان نمی آید باز

۵

با تو بخرابات اگر گویم راز
بہ زانکه بمحراب کنم بے تو نماز
اے اوّل و آخرِ همه خلق توئی
خواهی تو مرا بسوز خواهی بنواز

۶

در کتمِ عدم خفته بدم گفتی خیز
در زن بجهان و در جهان شور انگیز
واکنون که بفرمانِ توام حیرانم
القصه چنان بود که کج دار و مریز

۷

بازے بودم پریده از عالمِ راز
بوتا که برم دمے نشیبے بفراز
این جا که نیافتم کسے محرمِ راز
زان در که درآمدم برون رفتم باز

۸

اے دل چو حقیقتِ جهان هست مجاز
چندین چه بری خواری ازین رنج دراز
تن را بقضا سپار و با درد بساز
کین رفته قلم زبهرِ تو ناید باز

۹

وقت سحر است خیز ای مایهٔ ناز — نرمک نرمک باده خور و چنگ نواز
کانها که بجا اند نپایند دراز — وانها که شدند کس نمی آید باز

۱۰

ما ئیم فتاده روز و شب در تگ و تاز — بر چهره نهاده روی و در شیب و فراز
نه هیچ راه آورده بجز رنج دگر — نه هیچ پس افگنده بجز راه دراز

۱۱

ای مرد هنرمند نگه تر برخیز — وان کودک خاک بیز را گو بر خیز
وانگاه بگوئیش که بغفلت پی بر — مغز سر کیقباد و چشم پرویز

۱۲

ما عاشق آشفته و مستیم امروز — در کوی بتان باده پرستیم امروز
از هستی خویشتن بکلی رسته — پیوسته بمحراب الستیم امروز

۱۳

کردیم دگر شیوهٔ رندی آغاز — تکبیر فنا زدیم بر پنج نماز
هر جا که پیاله ایست ما را بینی — گردن چو صراحی بسوی او کرده دراز

۱۴

بودی که نبودت بخور و خواب نیاز — کردند نیازمندت این چار انباز
هر یک بتو آنچه داد بستاند باز — تا باز چنان شوی که بودی ز آغاز

۱۵

معشوق که عمرش چو غمم باد - دراز
امروز تلطفی بنو کرد آغاز
بر چشم من انداخت دمے چشم و برفت
یعنی که نکوئی کن و در آب انداز

۱۶

از عمرِ تو چونکه مے ترا شد شب و روز
مگذار که بر تو خاک باشد شب و روز
روز و شب و خویش را بشادی گذران
اے بس که نباشی تو و باشد شب و روز

۱۷

بر روے گل از ابر نقاب ست هنوز
در طبعِ دلم میل شراب ست هنوز
در خواب مرو که وقتِ خوابست هنوز
جام مے دہ که آفتاب ست هنوز

۱۸

با مردمِ پاک اصل و عاقل آمیز
وز نا اہلان ہزار فرسنگ گریز
گر زہر دہد ترا خردمند بنوش
ور نوش رسد ترا ز نا اہل بریز

۱۹

یارب تو جمالِ آن مہِ مہر انگیز
آراستۂ بسنبل و عنبر بیز
پس حکم ہمی کنی که در روے منگر
این حکم چنان بود که کج دار و مریز

۲۰

حکمے که ازو محال باشد پرہیز
فرمودہ و امر کرد کز وے بگریز
انگاہ میانِ امر و نہیش عاجز
درماندہ جہانیان که کج دار و مریز

۲۱

ما لعبتگانیم و فلک لعبت باز — از روی حقیقتی نه از روی مجاز

بازیچه همی کنیم بر نطع وجود — رفتیم بصندوق عدم یک یک باز

۲۲

افسوس ازین سگ بچۂ پرنگ و ناز — کو در رفتن ہبا و بودے ہمراز

از بس که دلش با ستخوان مایل بود — شد عاقبتش نصیب دندان گراز

۲۳

رفتند ز رفتگان یکے نامد باز — تا با تو بگوید از پس پردۂ راز

کارت ز نیاز می کشائد و نه ز نماز — بازیچه بود نماز بے صدق و نیاز

۲۴

لب بر لب کوزہ بردم از غایت آز — تا ز و طلبم واسطۂ عمر دراز

با من بزبان حال می گفت این راز — عمرے چو تو بودہ ام دمے با من ساز

۲۵

اے بر ہمہ سروران عالم فیروز — دانی که چه وقت می بود روح افروز

یکشنبه و دوشنبه و سه شنبه و چہار — پنج شنبه و آدینه و شنبه شب و روز

۲۶

می پرسیدی که چیست این نقش مجاز — گر بر گویم حقیقتش ہست دراز

نقشے است پدید آمدہ از دریائے — وانگاہ شدہ بقعر آن دریا باز

۲۷

ساقی دلم از تو در گداز است هنوز — امید بلطف چاره ساز است هنوز
گر بے تو آمم از صومعه نکشود درے — باز آکه در میکده باز است هنوز

۲۸

تو آب رخ عروس رز پاک مریز — جز خون دل زاهد غمناک مریز
خون دو هزار تائب نامعلوم — برخاک بریز و جرعه برخاک مریز

۲۹

تا سر نکنم در سرت اے مایۂ ناز — کوتاه نکنم ز دامنت دست نیاز
هرچند که راه هم بتو دورست و دراز — در راه بمیرم و نگردم ز تو باز

ردیف حرف س

۱

اے واقف اسرار ضمیر همه کس — در حالت عجز دستگیر همه کس
یارب تو مرا توبه ده و عذر پذیر — اے توبه ده و عذر پذیر همه کس

۲

آغاز دوان گشتن این زرین طاس — وانجام خرابی چنین نیک اساس
دانسته نمی شود به معیار عقول — سنجیده نمی شود بمقیاس قیاس

۳

از حادثۂ جهان زاینده مترس — وز هرچه رسد چو نیست پاینده مترس
این یک دم نقد را غنیمت میدان — از رفته میندیش وز آینده مترس

۴

اے چرخِ خسیس خس پرورِ خس
چرخا! مگذکا! ترا ہمین عادت بس
ہرگز نروی تو بر مرادِ دلِ کس
ناکس تو کسے کنی و کس را ناکس

۵

مُرغے دیدم نشستہ بر بارۂ طوس
با کلّہ ہمی گفت کہ افسوس افسوس
در پیش نہادہ کلۂ کیکاؤس
کو بانگِ جرسہا و کجا نالۂ کوس

۶

ساقی! تو بغورِ منِ درویش برس
صد رہ دلِ ریشم بتو فریاد رساند
مُردم - بسرم برحمتِ خویش برس
یک رہ تو بفریادِ منِ ریش برس

۷

ساقی! نظرے کہ دُورے از جامِ تو بس
جان مست شود چو نامِ ساقی شنود
ورمی نبود - عارضِ گل فامِ تو بس
اے راحتِ جان - مرا ہمی نامِ تو بس

۸

ساقی! ز اسیرانِ جگر ریش بپرس
بر مسندِ عیش فارغ از خارِ غمی
احوالِ مرا از ہمہ کس پیش بپرس
این را - ز برِ صفہ پائے درویش برس

ردیف حرف ش

١

خیام! اگر بادہ پرستی خوش باش
چون عاقبتِ کارِ جہان نیستی است
با سادہ رخے اگر نشستی خوش باش
انگار - کہ نیستی - چو ہستی خوش باش

۲

تا چند کنم عرضهٔ نادانیِ خویش — بگرفت دلِ من از پریشانیِ خویش

زُنّارِ مُغان که بر میان خواهم بست — دانی ـ زچه؟ از ننگِ مسلمانیِ خویش

۳

جامے ست که عقل ـ آفرین می زندش — صد بوسه ز مهر بر جبین می زندش

این کوزه گرِ دهر ـ اگر جامِ لطیف — می سازد و باز بر زمیں می زندش

۴

از نامدها زرد مکن چہرۂ خویش — وز آمدها ـ آب مکن زهرهٔ خویش

بردار ز دنیاے دنی بهرهٔ خویش — زان پیش که دهر بر کشد دهرهٔ خویش

۵

با روے نکو شراب روشن درکش — با دوست دل از جفاے دشمن درکش

با ساده رُخے نشین و بگذر از خویش — پیراهنِ کبر و ہستی از تن درکش

۶

بگذار دلا وسوسهٔ عقلِ معاش — از ہستیِ خویش تن برچون اوباش

در بزمِ قلندرانِ معنے بنشین — آزاده شو و شراب نوش و خوش باش

۷

اے دل مطلب زدیگران مرہمِ خویش — خوش باش بهر درد دلِ محرمِ خویش

تنها بنشین و خویشتن خور غمِ خویش — درہم دمست آرزو کند ہمدمِ خویش

۸

مے گرچہ حرامست مُدامش می نوش
با نغمۂ و چنگ صبح و شامش می نوش
جامے ز مئے لعل - گرت دست دہد
یک قطرہ رہا مکن تمامش می نوش

۹

سرمست ز میخانہ گذر کردم دوش
پیرے دیدم مست و سبوئے بر دوش
گفتم ز خدا شرم نداری اے پیر
گفتا کرم از خدا ست می نوش خموش

۱۰

ایام شباب رفت و خیل حشمش
تلخ است مرا عیش ولے می چشمش
این قامت ہمچو تیر من گشتہ کمان
زِہ کردہ ام از عصا و خوش می کشمش

۱۱

آن مے کہ خضر خجستہ دارد پاسش
او آب حیات ہست و منم الیاسش
من قوت دل و قوت روحش خوانم
چون گفت خدا منافع للناسش

۱۲

بگرفت مرا عشق بکارے خوش خوش
گفتا چو من آمدم تو پا بیرون کش
القصہ چنان سوخت دلم از غم او
کآتش ہمہ ہیزم شد و ہیزم آتش

۱۳

اے چرخ مرا مکش بہ بد مستی خویش
بشناس بلندئ من و پستی خویش
من خود ز غم خویش و تہیدستی خویش
پیوستہ ملول باشم از ہستی خویش

۱۴

غم چند خوری بکارِ نا آمدہ پیش
خوش باش و جہان تنگ مکن بر دلِ خویش
رنج است نصیبِ مردمِ دور اندیش
کز خوردنِ غم قضا نہ گردد کم و بیش

۱۵

پندے دہمت اگر بمن داری گوش
عقبیٰ ہمہ روزہ است و دنیا یکدم
از بہرِ خدا جامۂ تزویر مپوش
از بہرِ دمے مُلکِ ابد را مفروش

۱۶

یک یک ہنرم ببین و گنہ دہ دہ بخش
از بادِ ہوا۔ آتشِ کین را مفرو..
ہر جرم کہ رفت حسبتہً للہ بخش
ما را بسرِ خاکِ رسول اللہ بخش

۱۷

در کارگہے کوزہ گرے بودم دوش
ہر یک بزبانِ حال با من گفتند
دیدم دو ہزار کوزہ گویا و خموش
کو۔ کوزہ گر و۔ کوزہ خر و۔ کوزہ فروش

۱۸

تا دیگِ بقائے من بود اندر جوش
اے کوزہ گرا۔ گر از گلم کوزہ کنی
در کاسۂ خوش دلی کنم دردی نوش
آن کوزہ بجز۔ بمے فروشان مفروش

۱۹

آن مے کہ حیاتِ جاودانی ست بنوش
سوزندہ چو آتش ست لیکن غمِ او
سرمایۂ لذتِ جوانی ست بنوش
سازندہ چو آبِ زندگانی ست بنوش

۲۰

ساقی! تو مہی زِ روئے فرخندۂ خویش
گر خندہ زناں صبح بہ بیند چو گلست

حسنِ تو فرشتہ کردہ شرمندۂ خویش
گرید بہزار دیدہ بر خندۂ خویش

۲۱

آن بادہ کہ لعل ناب می خوانندش
رطلے دو سہ سنگین بمن آرید سبک

معمارِ دلِ خراب می خوانندش
خیر آب بود۔ شرآب می خوانندش

۲۲

نون الیست کشیدہ عارضِ موزونش
من خود دھنش چرا نگویم نقطست

دان خالِ معنبر نقطی بر نونش
خط دائرۂ کشیدہ پیرامونش

ردیف حرف (ع)

۱

ساقی! قدحے کہ می گدازیم چو شمع
بفرست نسیمے کہ زبا ننشینم۔

در آتشِ دل شب درازیم چو شمع
تا در ہوسِ تو سر نبازیم چو شمع

ردیف حرفِ (ف)

۱

مئے در قدحِ انصاف کہ جانیست لطیف
لائق بنود ہیچ۔ گر۔ آں ہمدمِ من

در کالبدِ شیشہ روانیست لطیف
جز ساغرِ بادہ کان گرانیست لطیف

ردیف حرف ک تازی

ہاں صبح دمید و دامنِ شب شد چاک
مئے نوش ہلا کہ صبح بسیار دمد

برخیز و صبوح کن چرائی غمناک
اور روئے بما کردہ و ما روئے بخاک

	۲	
روحے کہ منزّہ است ز آلائشِ خاک مے خوردہ تو۔ بہ بادۂ صبوحی مددے		مہمانِ تو آمد است از عالمِ پاک زاں پیش کہ گوید الغم الدد مساک
	۳	
بس پیرہنِ عمر کہ ہر شب افلاک ہر روز بسے زمانہ شاد و غمناک		بر دوختہ و کرد گریبانش چاک از آب بر آورد۔ فرو برد بخاک
	۴	
گر صلح نیایم ز فلک جنگ اینک جامِ مئے لعلِ ارغواں رنگ اینک		ور نامِ نکو۔ نباشدم ننگ اینک آں کس کہ نمے خورد سر و سنگ اینک
	۵	
اے چرخِ فلک زناں تناسی نہ نمک از چرخ زنی۔ دو شخص پوشیدہ شوند		پیوستہ مرا برہنہ سازی چو سمک پس چرخ زنی بہ از تو اے چرخِ فلک
	۶	
تاکے ز جفاہائے تو اے چرخِ فلک من سوختہ ام تمام دہر لحظہ تو نیز		از بہرِ خدا جور کُن آہستہ ترک بر سوختہ می پراگنی سودہ نمک
	۷	
از آتشِ آخرت نمی داری باک؟ چون بادِ اجل۔ چراغِ عمرت بکشد		در آبِ ندامت نشدی ہرگز پاک؟ ترسم کہ ترا ز ننگ نپذیرد خاک

	۸	
گر گل نبود نصیب ما خار اینک در خرقہ و خانقاہ و شیخی نبود		ور نور کمے رسد بما نار اینک۔ ناقوس و کلیسیا و زنّار اینک۔

ردیف حرف (گ) فارسی

خیّام! زمانہ از کسے دارد ننگ مۓ خور تو در آبگینہ با نالۂ چنگ	۱	کو در غمِ ایّام نشیند دل تنگ زاں پیش کہ آبگینہ آید بر سنگ

ردیف حرف (ل)

چند از غم و غُصّۂ جہاں قالاقال از سبزہ چو شُد روئے زمیں میلا میل	۱	برخیز و بشادی گذراں حالا حال درکش مۓ لال از قدحِ مالا مال۔
	۲	
بگذار دلا وسوسۂ فکرِ محال آزاد شود مجرّد و بادہ پرست		درکش قدحِ بادہ و بگذر ز ملال تا مرد شوی رسی بحدِّ کمال
	۳	بسرحد
ایں صورتِ کون جملہ نقشے ست خیال بنشیں۔ قدحِ بادہ بنوش و خوش باش		عارف نبود ہر کہ نداند ایں حال فارغ شو ازیں نقش و خیالاتِ محال
	۴	
چوں باد بزلفِ او رسیدن مشکل گفتند بدیدہ روئے او نتواں دید		وز اسپِ غمش۔ عناں کشیدن مشکل گر دیدۂ ماست دیدہ دیدن مشکل

۵

مئے خور کہ نہ علم دست گیرد نہ عمل
آن طائفۂ کہ از خری مئے نخورند
الّا کرم و رحمتِ حق عزّ و جل
از جملۂ انعام شمار اے احول

۶

باسرو قدے تازہ تر از خرمنِ گُل
زان پیش کہ ناگہ شود از گرگِ اجل
از دست مدہ جامِ مئے و دامنِ گُل
پیراہنِ عمر تو چو پیراہنِ گُل

۷

تا کے ز زاہد حدیث و تا کے ز ازل
مئے خور کہ شراب ناب را نیست بدل
بگذشت ز اندازۂ من۔ علم و عمل
ہر مشکل را شراب گر داند حل

۸

مئے در کفِ من نہ و برآور غلغل
بے نغمہ اگر روا بُدے مئے خوردن
با نعرۂ عندلیب و صوت بلبل
مے در سرِ شیشہ ہا نکردے قُل قُل

۹

از جرمِ حضیضِ خاک تا اوجِ زحل
بیرون جستم ز بندِ ہر مکر و حیل
کردم ہمہ مشکلات عالم را حل
ہر بند کشادہ شد مگر بندِ اجل

۱۰

اسرارِ حقیقت نشود حل بسوال
تا جان نکنی۔ خون نخوری پنجہ سال
نہ نیز بدر باختنِ نعمت و مال
از قال ترا رہِ نمائند بحال

۱۱

اے دل مشنو نصیحتِ اہلِ حیل	گز بادۂ ناب عقل و دیں راست خلل
گر راحتِ جان و قوتِ روحت ماند	مے نوش بہ بوستاں بہ گل بانگ غزل

۱۲

در سر مگزار ہیچ سوداءِ محال	مے خور ہمہ سالہ ساغر مالامال
با دُختر رز نشیں و عیشے می کن۔	دختر بجلال بہ کہ مادر بجلال۔

۱۳

کس خلد و جحیم را ندیدست اے دل	گو کس۔ کہ ازاں جہاں رسیدست اے دل
اُمید و ہراسِ ما بچیزیست کزاں	جز نام و نشانے نہ پدیدست اے دل

۱۴

ساقی! کہ رسد بوصلت از یاریٔ عقل بہ؟	در خواب کہ بیندت ز بیداریٔ عقل بہ؟
از بادۂ عشق گرچہ بدمستی زاد۔	بدمستیٔ عشق بہ ز ہشیاری عقل بہ؟

۱۵

ساقی! تو بحسنِ صورتی خرمن گل	من خار و لیک۔ خار پیراہنِ گل
گل نیست ولے بوئے گل ہست عزیز	خارے کہ درآویختہ در دامنِ گل

۱۶

ساقی! قدحے دہ بمنِ سوختہ حال	وز دلِ بنشاں بآبِ مے گردِ ملال
گر برقِ وصال۔ خرمنِ جملہ بسوخت	من سوختہ ام بحسرتِ برقِ وصال

ردیف حرفِ میم

ساقی! قدحے بدہ کہ از غم رستم	(۱)	در فکرِ تو۔ ز اندیشۂ عالم رستم
زیں پیش غمم بود کہ جان خواہم سوخت		المنّتُ للّٰہ کہ ازاں ہم رستم
	(۲)	
ساقی! قدحے کہ کشتۂ جانانیم		ما مُردن و زندگی از و می دانیم
مارا با جل چکار و با بخت چہ بحث		ما زندۂ وصل و کُشتۂ ہجرانیم
	۳	
ساقی! نظرے کہ مستِ دیدارِ تو۔ اَم		خود شاہدِ حالی کہ گرفتارِ تو۔ اَم
دعویٰ نہ کنم کہ من خریدارِ تو۔ اَم		تو یوسف و من سگے ز بازارِ تو۔ اَم
	۴	
ساقی نظرے کہ ہمدمِ غم مائیم		محرُوم ز خورشید چو شبنم مائیم
ہر چند کہ عالمے ست محرُوم ز تو		محروم ترین خلقِ عالم مائیم
	۵	
ساقی قدحے کہ حلقہ در گوشِ تو ایم		دل زندہ بیادِ چشمۂ نوشِ تو ایم
لُطفِ تو خطاء کاریِ مستان پوشد		شرمندۂ الطافِ خطاء پوشِ تو ایم
	۶	
ساقی! قدحے کہ عاشقِ روئے تو ام		مستِ خمِ زلف و طاقِ ابروئے تو ام
تنہا نہ رُخِ خوب کشد سوئے تو ام		قلّابِ مُحبّت است ہر موئے تو ام۔

۷

ساقی! نظر از تو گر سوئے باغ کنم
گر آتشِ حسرت بہ برم زیرِ زمین۔
باغ از تفِ دل۔ سیہ تر از زاغ کنم
چوں لالہ ہمہ روئے زمین داغ کنم

۸

ساقی! قدحے کہ دل بدریا فگنم
مارا سر و تن گر نشود۔ خاکِ رہت
چشمے سوئے آن نرگسِ شہلا فگنم
سر پیشِ سگاں و تن بصحرا فگنم

۹

ساقی ز شرابِ شوق ما بے خبریم
سوگند بخاکِ پائیت اے سروِ بلند
ورنہ چہ حدِّ ماست کہ نامِ تو بریم
کز خاکِ کفِ پائے سگت خاکتریم

۱۰

ساقی سخن از توبہ کہ پنہاں نکنم
درِ کوئے مغاں خوشیم یا۔ مغ بچگان
مستیم و نظر بباغ و رضوان نکنم
پروائے بہشت و حور و غلمان نکنم

۱۱

ساقی! قدحے کہ من بہ بستاں نروم
تا سر بودم قدم دریں راہ نہم
بے روئے تو در روضۂ رضوان نروم
تا جاں بودم ز کوئے جاناں نروم

۱۲

ساقی! نظرے بمن کن از لطفِ عمیم
آہو چشمی و شیر چشمی چہ کنم
بیمارِ مہل جانِ مرا ہمچو نسیم
جانِ من ازیں امید و بیم ست دو نیم

	۱۳	
ساقی ز غمِ تو تا کے از دست شوم عمریست که در خمارِ غم سوخته ام		تا چند ز پامالِ ستم پست شوم باز آ که بیک نظاره ات مست شوم
	۱۴	
ساقی قدحے که از غمِ دل پیرم بازم بچراغ روغنے ریز ز مَے		بے مَے چو چراغِ صبحدم می میرم تا بارِ دگر زندگی از سر گیرم
	۱۵	
ساقی تو مرا سوختهٔ من چه کنم مستم تو کنی وگر به رسوائی هم		با شعلهٔ منِ سوخته خرمن چه کنم بازم تو سبو نهی بگردن چه کنم
	۱۶	
ساقی! نظرے که جز ترا بنده نیم شرمندهٔ عالمم ز رسوائی لیک		جز پیشِ تو در سجده سر افگنده نیم شکر یست که از روئے تو شرمنده نیم
	۱۷	
ساقی نظرے کز همه دل سوز ترایم چوں سایهٔ بظلمت ایم دور از رخِ تو		در ذرّه ز مهر حسرت اندوز تریم هر روز که می شود سیه روز تریم
	۱۸	
ساقی نظرے که مستم و شیدائیم هم مستِ تو بسوئے کوثر و جنّت و حور		دنیا بدو جو پیشِ من و عقبیٰ هم امروز نظر نمی کند فردا هم

۱۹

ما بے تو دمے شاد بعالم نزدیم
بے شعلۂ آہ لب ز ہم نکشودیم
خوردیم بسے خونِ دل و دم نزدیم
بے قطرۂ اشک چشم برہم نزدیم

۲۰

ما حاصلِ عمرے بدمے بفروشیم
دریک دم اگر ہزار جان دست دہد
صد خرمنِ شادی بغمے بفروشیم
در حال بخاکِ قدمے بفروشیم

۲۱

گفتم کہ دگر چشم بدلبر نکنم
دیدم کہ خلافِ طبعِ موزونِ من است
صوفی شوم و گوش بہ منکر نکنم
توبہ کردم کہ توبہ دیگر نکنم

۲۲

نہ از سر کار باخلل می ترسم
خوفم ز کسے نیست کہ ہستی تو کریم
نہ نیز ز نقصانِ عمل می ترسم
از سابقۂ روزِ ازل می ترسم

۲۳

ہرچند کہ مے خلاف دین است رہیم
دانی کہ بمے چرا است لطف و شغفم
از خوردن مے ہمی کشاید گرہیم
تا بو کہ ز خویشتن دمے باز رہیم

۲۴

از ہجرِ تو اے نگار افغان دارم
شمعی تو و پروانہ صفت می سوزم
وز فرقتِ تو دیدۂ گریان دارم
از آتشِ رخسارِ تو تا جان دارم

۲۵

بے بادہ مباش تا توانی یک دم	کز بادہ شود عقل و دل و دین خرّم
ابلیس اگر بادہ بخوردے یک دم	کردے دو ہزار سجدہ پیش آدم

۲۶

تا کے ز جفائے ہر کسے ننگ کشیم	وز ناکسِ روزگار نیرنگ کشیم
خوش باش کہ ایّام تراویح گذشت	عید است بیا تا مئے گُل رنگ کشیم

۲۷

ایزد چو نخواست آنچہ من خواستہ ام	کے گردد راست آنچہ من خواستہ ام
گر جملہ صواب است کہ او خواستہ است	پس جملہ خطا ست آنچہ من خواستہ ام

۲۸

از خالقِ کردگار و ز ربّ رحیم	نومید مشو بجُرم و عصیانِ عظیم
گر مست و خراب بودہ باشی امروز	فردا بخشد بر اُستخوان ہائے رمیم

۲۹

گر من گُنہ بر روئے زمین کردستم	عفوِ تو امید ہست کہ گیرد دستم
گفتی کہ بروزِ عجز دستت گیرم	عاجز تر ازین مخواہ کہ اکنون ہستم

۳۰

من گر ورقِ عمر بغم در شکنم	این خندہ مے در دلِ ساغر شکنم
برخیز و پیالہ را ز مے پُر گردان	باشد کہ غمِ جہان بہم در شکنم

۳۱

در راه تو تا اسپ طرب تاختهایم
با عیش و طرب و مے نه پرداختهایم
قصه چکنم که باب نشتاختهایم
در منزل درد و آشیان ساختهایم

۳۲

یارب تو کلیم سرشتهٔ من چکنم
وان پشم و قصب تو رشتهٔ من چکنم
هر نیک و بدے که از من آید بوجود
تو بر سر من نوشتهٔ من چکنم

۳۳

با نفس همیشه در نبردم چکنم
وز کردهٔ خویشتن بدردم چکنم
گیرم که ز من درگذرانی بکرم
زین شرم که دیدی که چه کردم چکنم

۳۴

جانا من و تو نمونهٔ پرکاریم
سرگرچه دو کرده ایم یک تن داریم
بر نقطه روانیم کنون دائره وار
تا آخر کار سر بهم باز آریم

۳۵

این چرخ فلک که ما درو حیرانیم
فانوس خیال ازو مثالے دانیم
خورشید چراغ دان و عالم فانوس
ما چون صوریم کاندرو حیرانیم

۳۶

شد دعوی دوستی درین دیر حرام
الفت ز که میر دمی کجا با دوست کدام
تو من ز همه کشیدن اولے باشد
از دور بهر یکے سلام است و کلام

۳۷

گویند مرا کہ مئے پرستم ہستم
گویند مرا عارف و مستم ہستم
در ظاہرِ من نگاہ بسیار مکن
کاندر باطن چنانکہ ہستم ہستم

۳۸

برخود درِ کام و آرزو بربستم
وز منتِ ہر کس و ناکس وارستم
گر صوفی مسجدم وگر راہبِ دیر
من دانم و او چنانکہ ہستم ہستم

۳۹

تا ظن نبری کہ من بخود موجودم
یا این رہِ خونخوار بخود پیمودم
چون بود حقیقت مرا از وے بود
من خود کہ بدم کجا بدم کے بودم

۴۰

بے بادہ نبودہ ام دمے تا ہستم
امشب شبِ قدرست و من امشب مستم
لب بر لبِ جام و سینہ بر سینۂ خم
تا روز بگردنِ صراحی دستم

۴۱

گفتم کہ دگر بادۂ گلگون نخورم
مئے خونِ رزست و من دگر خون نخورم
پیرِ خردم گفت بجدست گوئی
گفتم کہ مزاح می کنم چون نخورم

۴۲

مقصود ز جملۂ آفرینش مائیم
در چشمِ خرد جوہرِ بینش مائیم
این دایرۂ جہان چو انگشتری است
بے ہیچ شکے نقشِ نگینش مائیم

٤٣

در عشق ز صد گونہ ملامت بکشم
ور بشکنم این عہد غرامت بکشم
گر عمر وفا کند جفاہاے ترا
بارے کم از آنکہ تا قیامت بکشم

٤٤

ہرگز بطرب شربت آبے نخورم
تا از کف اندوہ شرابے نخورم
نانے نزنم بر نمکے ہیچ کسے
تا از جگر خویش کبابے نخورم

٤٥

امروز کہ نیست در شرابے تاکم
زہرے بود ار دہر دہد تریاکم
زہرست غم جہان و تریاکش مے
تریاک خورم ز زہر نبود باکم

٤٦

فرزین صفتا کہ مست غمہات شدم
وز اسپ پیادۂ جفاہات شدم
از بازی فیل و شاہ چون درماندم
رخ بر رخ او نہادہ و مات شدم

٤٧

میلم بشراب ناب باشد دائم
گوشم بہ نئے و رباب باشد دائم
گر خاک مرا کوزہ گران کوزہ کنند
آن کوزہ پر از شراب باشد دائم

٤٨

اے چرخ ز گردش تو خورسند نیم
آزادم کن کہ لایق بند نیم
گر میل تو با بے خرد و نا اہل است
من نیز چنان اہل و خردمند نیم

۴۹

سرحلقۂ رندانِ خرابات منم
افتادہ بمعصیت زطامات منم
آنکس کہ شب دراز از بادۂ ناب
وزخونِ جگر کند مناجات منم

۵۰

من بے مئے ناب زیستن نتوانم
بے جام کشیدہ - بارتن نتوانم
من بندۂ آن دمم کہ ساقی گوید
یک جامِ دگر بگیر من نتوانم

۵۱

دنیا چو فناست من بجز فن نکنم
جز یادِ نشاط و مے روشن نکنم
گویند خدا ترا زمے توبہ دہاد
او خود ندہد وگر دہد من نکنم

۵۲

من ظاہرِ نیستی و ہستی دانم
من باطن ہر فراز و پستی دانم
با این ہمہ از دانشِ خود بیزارم
گر مرتبۂ ورائے مستی دانم

۵۳

دیگر غمِ این گردشِ گردون نخوریم
جز بادۂ صاف و مئے گلگون نخوریم
مئے خونِ جہان است و جہان خونیِ ما
با خونِ دلِ خونیِ خود چون نخوریم

۵۴

ما کز مئے بے خودی طربناک شدیم
وز پایۂ دون - برسرِ افلاک شدیم
آخر ہمہ ز آلایشِ تن پاک شدیم
از خاک برآمدیم و در خاک شدیم

۵۵

اے مفتیِ شہر از تو پُر کارتریم
با این ہمہ مستی از تو ہشیارتریم
تو خونِ کسان خوری و ما خونِ رزان
اِنصاف بدہ کدام خونخوارتریم

۵۶

یک دست بمُصحفیم و یک دست بجام
گہ مردِ حلالیم و گہے مردِ حرام
مائیم درین گنبدِ فیروزہ فام
نے کافرِ مطلق - نہ مسلمانِ تمام

۵۷

من بادہ خورم ولیک مستی نکنم
بکشم قدح و دراز دستی نکنم
دانی غرضم زمے پرستی چہ بود
تا ہمچو تو خویشتن پرستی نکنم

۵۸

در جستنِ جامِ جم جہان پیمودم
روزے نہ نشستیم و شبے نغنودیم
زُ استاد چو وصفِ جامِ جم بشنودیم
خود جامِ جہان نماے جم می بودیم

۵۹

افسوس کہ بے فائدہ فرسودہ شدیم
وز طاسِ سپہر سرنگون - سودہ شدیم
دردا و ندامتا ! کہ تا چشم زدیم
نابودہ بکامِ خویشتن نابودہ شدیم

۶۰

ما خرقۂ زہد در سرِ خُم کردیم
وز خاکِ خرابات تیمّم کردیم
باشد کہ درونِ میکدہ دریابیم
عمرے کہ درونِ مدرسہ گُم کردیم

۶۱

در مسجد اگرچه با نیاز آمده ایم
زینجا روزے سجادۂ دزدیدیم
حقا که نه از بهر نماز آمده ایم
آن کہنہ شدست باز باز آمده ایم

۶۲

من در رمضان روزه اگر می خوردم
از محنتِ روزه روز من چون شب بود
تا ظن نہ بری کہ بے خبر می خوردم
پنداشته بودم کہ سحر می خوردم

۶۳

زین گونہ کہ من کارِ جہان می بینم
سبحان الله بہر چہ در می نگرم
عالم ہمہ رایگان بران می بینم
ناکامئ خویشتن دران می بینم

۶۴

در دائرۂ وجود دیر آمده ایم
چون عمر نہ بر مرادِ ما میگذرد
وز پایۂ مردمی بزیر آمده ایم
اے کاش سر آمدے کہ سیر آمدہ ایم

۶۵

ما افسر جان و تاج کے بفروشیم
تسبیح کہ نیک لشکرِ تزویر است
دستار و تعصب ببانگ نے بفروشیم
ناگاه بیک جرعۂ مے بفروشیم

۶۶

چون نیست مقامِ ما درین دیر مقیم
تا کے ز قدیم و محدث اے مردِ سلیم
پس بے مے و معشوق عذابیست الیم
چون من رفتم جہان چہ محدث چہ قدیم

۶۷

پاک از عدم آمدیم و ناپاک شدیم
آسوده در آمدیم و غمناک شدیم
بودیم ز آبِ دیده در آتشِ دل
دادیم بباد عمر و در خاک شدیم

۶۸

دریائے اجل چو من سر افگنده شوم
از بیخ امیدِ عمر برکنده شوم
زنہار گِلم بجز صراحی مکنید
باشد که ز باده پُر شود۔ زنده شوم

۶۹

جانم ز درِیغ دے بدرد است مقیم
بے چاره دل از نہیبِ فردا بدو نیم
یک بارگی ایں عمرِ من اے دُرِّ یتیم
رفته همه حسرت است با انده و بیم

۷۰

چوں آتش اگر بر آسماں برگذریم
از آبِ رواں اگرچه پاکیزه تریم
در خاک شویم از آنکه خاکی بودیم
با دست جہاں باده بده تا بخوریم

۷۱

یارب اگر گناہِ بے حد کردم
بر جان و جوانی و تنِ خود کردم
چوں بر کرمت وثوقِ کلّی دارم
برگشتم و توبه کردم و بد کردم

۷۲

ہر چند که مے خلافِ دین است و رہیم
از خوردنِ وے ہمی کشائد گرہیم
دانی که ز مے چراست چندیں شغفم
تا بو که دمے ز خویشتن باز رہیم

۷۳

یک چند بکودکی اُستاد شدیم
یک چند باُستادیئے خود شاد شدیم
پایانِ سخن شنو که مارا چه رسید
از خاک برآمدیم و برباد شدیم

۷۴

زان پیش که از زمانه تابے بخوریم
بایکدگر امروز شرابے بخوریم
کین پیکِ اجل بگاه رفتن مارا
چندان ندہد اماں که آبے بخوریم

۷۵

اے دوست بیا تا غمِ فردا نخوریم
ویں یکدمِ عمر را غنیمت شمریم
فردا که ازیں دیرِ کہن درگذریم
با ہفت ہزار سالگان سر بسریم

۷۶

شبہا گذرد که دیده برہم نزنیم
تا پائے نشاط بر سرِ غم نزنیم
خیزیم و دمے زنیم پیش از دمِ صبح
کیں صبح بسے دمد که ما دم نزنیم

۷۷

من باده تلخ تلخ دیرینه خورم
واندر رمضان در شبِ آدینه خورم
انگورِ حلالِ خویش در خم کرده
گو تلخ مکن ”خدائے“ تا من نخورم

۷۸

ہر روز پگاه در خرابات شوم
ہمراہِ قلندرانِ طامات شوم
چوں عالمِ سرِّ والخفیات توئی
توفیقم ده تا بمناجات شوم

	۷۹	
از بادہ شود تکبّر از سر ہا کم		وز بادہ شود گشادہ بندِ محکم
ابلیس اگر ز بادہ خوردے یکدم		کردے دو ہزار سجدہ پیشِ آدم
	۸۰	
یک جو غمِ ایام نداریم۔ خوش شیم		گر چاشت بود۔ شام نداریم۔ خوش شیم
چون پختہ بما ... رسد از مطبخ غیب		از کس طمعِ خام نداریم۔ خوش شیم
	۸۱	
در میکدۂ عشق نیازے دارم		با شمعِ رخش سوز و گدازے دارم
انکہ ہمۂ عشق طہارت کردہ		با روئے بتِ خویش نمازے دارم
	۸۲	
پیوستہ ز گردشِ فلک غمگینم		با طبعِ خسیسِ خویشتن در کینم
علمے نہ کہ از سرِ جہاں برخیزم		عقلے نہ کہ فارغ از جہاں بنشینم
	۸۳	
تا چند اسیرِ عقلِ ہر روزہ شویم		در دہر چہ صد سالہ چہ یک روزہ شویم
در دِہ تو بکاسہ مے ازاں پیش کہ ما		در کارگہِ کوزہ گراں۔ کوزہ شویم
	۸۴	
تا چند ملامت کنی اے زاہدِ خام		ما رندِ خراباتی و مستیم مدام
تو در غمِ تسبیح و ریا و تلبیس		ما بائے و مطرب بم و معشوقہ بکام

۸۵

بر مفرشِ خاک خفتگان می بینم
در زیر زمین نہفتگان مے بینم
چندانکہ بصحرائے عدم مے نگرم
نا آمدگان و رفتگان مے بینم

۸۶

ترسم کہ چو بعد ازیں بعالم نرسیم
با ہم نفساں نیز فراہم نرسیم
ایں دم کہ درو ئیم غنیمت شمریم
شاید بعمرِ خود دریں دم نرسیم

۸۷

مائیم کہ سرمستِ شرابیم مدام
در مجلسِ ما نیست بجز بادہ و جام
بگذار نصیحتِ من اے زاہدِ خام
با بادہ پرستیم و لبِ یار بکام

۸۸

با رحمتِ تو من از گنہ نندیشم
با توشۂ تو ز رنجِ رہ نندیشم
گر لطفِ توام سفید رو انگیزد[ن]
یک ذرہ ز نامۂ سیاہ نندیشم

ن انگارد

[illegible]

۸۹

عید است بیا تا مئے گل رنگ کشیم
با نغمۂ عود و نالۂ چنگ کشیم
با یارِ سبک روح دمے بنشینیم
رطلِ دو سہ بادۂ گراں سنگ کشیم

۹۰

اے دوست بیا تا غمِ فردا نخوریم
ویں یکدم نقد را غنیمت شمریم
فردا کہ ازیں دیرِ کہن در گذریم
با ہفت ہزار سالگاں ہم سفریم

۹۱

تا ظن نبری کہ از جہاں مے ترسم
مُردن چہ حقیقت است۔ زاں باکم نیست
وز مُردن و روز رفتنِ جاں مے ترسم
چوں نیک نہ زیستیم ازاں مے ترسم

۹۲

گر من ز مَے مغانہ مستم۔ ہستم
ہر طائفۂ بمن گمانے دارند
گر کافر و گبر و بت پرستم۔ ہستم
من زانِ خودم۔ چنانچہ ہستم ہستم

۹۳

بر خیز و بیا کہ چنگ بر چنگ زنیم
سجادہ بیک پیالہ مے بفروشیم
مے نوش کنیم و نام بر ننگ زنیم
ویں شیشۂ زہد بر سرِ سنگ زنیم

۹۴

در دامنِ یارِ بے وفا چنگ زنیم
سجادہ بیک پیالہ مے بفروشیم
مَے نوش کنیم و نام بر ننگ زنیم
ناموس بہ مَے دہیم و بر سنگ زنیم

۹۵

محرم ہئی کہ با تو گویم یک دم
محنت زدۂ۔ سرشتۂ از گلِ غم
کز اوّلِ کار خود چہ بود است آدم
یکچند جہاں بگشت و برداشت قدم

۹۶

ہاں تا بخرابات خروشے نزنیم
دستار و کتاب را فروشیم بمَے
بر میکدہ بگذریم و نوشے نزنیم
بر مدرسہ بگذریم و جوشے نزنیم۔

۹۷

گل گفت کہ من یوسفِ مصرِ چمنم
یاقوتِ گرانمایہ پُر زر دهنم
گفتم چو تو یوسفی نشانے بنمائے
گفتا کہ بخوں غرق بگر پیرهنم

۹۸

باز لفِ تو گر دست درازی کردم
از روئے حقیقتی نہ مجازی کردم
در زلفِ تو دیدم دلِ دیوانۂ خویش
من با دلِ خویش دست بازی کردم

۹۹

چندانکہ ز خود نیست ترم مست ترم
هرچند بلند پایہ تر پست ترم
زین طرفہ تر آنکہ از شرابِ هستی
هر لحظہ کہ هشیار ترم مست ترم

۱۰۰

صبح است دمے برمئے گلرنگ زنیم
وین شیشۂ نام و ننگ بر سنگ زنیم
دست از املِ درازِ خود باز کشیم
در زلفِ دراز و دامن چنگ زنیم

۱۰۱

آن بہ کہ ز جام و بادہ دل شاد کنیم
وز نامدہ و گذشتہ کم یاد کنیم
این عاریتی رواقِ زندانی را
یک لحظہ ز بندِ عقل آزاد کنیم

۱۰۲

روزے کہ بکوئے کوزہ گر میگذرم
خود را بمیانِ کوزہ هامے شمرم
زان پیش کہ گِل بکوزہ گر هدیہ برم
شاید کہ کند کوزہ یکے بادہ خورم

۱۰۳

آں لحظه که از اجل گریزاں گردم
چوں برگ ز شاخِ عمر ریزاں گردم
عالم ز نشاطِ دل بغربال کنم
زاں پیش که خاکِ خاک بیزاں گردم

۱۰۴

یک روز ز بندِ عالم آزاد نیم
یکدم زدن از وجودِ خود شاد نیم
شاگردیِ روزگار کردم بسیار
در دورِ جهاں هنوز استاد نیم

ن ۔ یک لحظه

۱۰۵

گر در گیری چگونه پرواز کنم
با عشق توئی چگونه آغاز کنم
یک لحظه سرشکِ دیده مے نگدازد
تا چشم بروئے دگرے باز کنم

۱۰۶

آں آه که پیش هیچ محرم نزنم
وآں دم که به پیش هیچ همدم نزنم
گر دریابم که جز تو کس مے شنود
حقا که بمیرم از دم و دم نزنم

۱۰۷

من گوهرِ خود بقیمتِ کم ندهم
دردِ تو بصد هزار مرهم ندهم
خاکِ درِ تو به ملکت جم ندهم
یک موئے ترا بهر دو عالم ندهم

۱۰۸

هنگامِ گل است اختیارے نکنم
وآنگه بخلافِ شرع کارے نکنم
با سبز خطاں لاله رخے روزے چند
بر سبزه ز جرعه لاله زارے نکنم

۱۰۹

دشمن بغلط گفت که فلسفیم / ایزد داند که آنچه او گفت نیم
لیکن چو درین غم آشیاں آمده ام / آخر کم ازاں که من بدانم که کیم

ردیف حرف (ن)

۱

اسرارِ ازل را نه تو دانی و نه من / ویں حرف معما نه تو دانی و نه من
هست از پسِ پرده گفتگوئے من و تو
چوں پرده بر افتد نه تو مانی و نه من

۲

حق جانِ جہان ست و جہان جملہ بدن / واصنافِ ملائکہ حواسِ آن تن۔
افلاک عناصر و موالید اعضا
توحید ہمین است و دگر ہا ہمه فن

۳

ہر روز ز گردشِ تو اے چرخِ کہن
نخل طربم بر کند از بیخ و ز بُن
ویں طرفه که نا اہل تو از حرام گه است
کس نیست که گویدش به تنگ ست مکن۔

۴

اے چرخ ہمیشہ در ستیزی با من
در ماں دگر کسی و دردی با من
در صلح چہ ماند کاں نکردم با تو
در جنگ چہ بود کاں نکردی با من

۵

برخیز و مخور غمِ جہانِ گذران
خوش باش و دمے بشاد مانی گذران
در طبعِ جہاں اگر وفائے بودے
نوبت بتو خود نیامدے از دگراں

۶

نیک است بنامِ نیک مشہور شدن
عار است ز جورِ چرخ رنجور شدن
مخمور بہ بوئے آبِ انگور شدن
بہ زانکہ بزہدِ خویش مغرور شدن

۷

بر سینۂ غم پذیرِ من رحمت کن
بر حالِ دلِ اسیرِ من رحمت کن
بر پائے خرابات رَوِ من بخشا
بر دستِ پیالہ گیرِ من رحمت کن

۸

نتواں دلِ شاد را بغم فرسودن
وقتِ خوشِ خود بسنگِ محنت سودن
در دہر کہ داند کہ چہ خواہد بودن ؟
مے باید و معشوق و بکام آسودن

۹

کس نیست درین گفت و شنو ہمدمِ من
شد نالۂ من ہم نفس و محرمِ من
بے گریہ چو نیست دیدۂ پرنمِ من
من سر بہ نہم تا بسر آید غمِ من

۱۰

مسکین دلِ دردمندِ دیوانهٔ من — هشیار نشد ز عشقِ جانانهٔ من

روزے که شراب عاشقی می دادند — در خون جگر زدند پیمانهٔ من

۱۱

قومے متفکر اند در مذهب و دین — جمعے متحیر اند در شک و یقین

ناگاه منادیِ بر آید ز کمین — کاے بیخبران راه نه آنست نه این

۱۲

اے گشته شب و روز بدنیا نگران — اندیشه نمی کنی تو از روزِ گران

آخر نفسے به بین و باز آے بخود — کایام چگونه می کند با دگران

۱۳

گویند ز مے مرا که کمتر خور ازین — "آخر بچه عذر بر نداری سر ازین"

عذرم رخِ یار و بادهٔ صبحدم است — انصاف بده چه عذر روشن تر ازین

۱۴

گر بر فلکم دست بدادے یزدان — بر داشتمے من این فلک را ز میان

از نو فلکے دگر چنان ساختمے — کآزاده بکامِ او رسیدے آسان

۱۵

بشنو ز من اے زبدهٔ یارانِ کهن — اندیشه مکن زین فلکِ بے سر و بن

بر گوشهٔ عرصهٔ قناعت بنشین — بازیچهٔ چرخ را تماشا می کن

	۱۶	
شرمت ناید ازین تباهی کردن گیرم که سراسر این جهان ملک تو شد		زین ترک اوامر و نواهی کردن جز آنکه رها کنی چه خواهی کردن
	۱۷	
تو آمدهٔ بپادشاهی کردن چیزے نه بدهی دی و نباشی فردا		با خویشتن آ ز زین تباهی کردن پیداست که امروز چه خواهی کردن
	۱۸	
خواهی به نهد پیش تو گردون گردن هیچو منت اعتقاد باید کردن		کار تو بود همیشه جان پروردن مئے خوردن و اندوه جهان ناخوردن
	۱۹	
ایں چشم پیاله بین بجان آبستن نے نے غلطم که باده از غایت لطف		همچون سمنے بارغوان آبستن آبے ست بآتش روان آبستن
	۲۰	
مشنو سخن زمانه ساز آمدگان رفتند یگان یگان طلب از آمدگان		مئے گیر مروّق ز طراز آمدگان کس مے ندهد نشان باز آمدگان
	۲۱	
گاو یست بر آسمان و نامش پروین چشم خردت کشا چوں اہل یقین		یک گاو دگر نهفته در زیر زمین زیر و زبر دو گاو مشتے خر بین

۲۲

بر موجب عقل - زندگانی کردن
شاید کردن - ولے ندانی کردن
استادِ تو روزگارِ چابک دست است
چندان بسرت زند که دانی کردن

۲۳

دوش از سرِ روح از صفا دلِ من
در میکده "آن روحِ فزا" شکلِ من
جامے بمن آور که بستان و بنوش
گفتم "نخورم" "گفت" "برائے دلِ من"

۲۴

اے آنکه توئی خلاصۂ کون و مکان
بگذار دمے وسوسۂ سود و زیان
یک جام مے از ساقی باقی بستان
تا باز رہی تو از غمِ ہر دو جہان

۲۵

چون حاصلِ آدمی درین شورستان
جز خوردنِ غصّه نیست رنجِ دلِ جان
خرّم دل آنکه زین جہان زود برفت
و آسوده کسے که خود نیامد بجہان

۲۶

از گردشِ این دائرۂ بے پایان
برخورداری دو نوع مردم را دان
یا باخبری تمام - از نیک و بدش
یا بے خبری از خود و از کارِ جہان

۲۷

جانہا ہمه آب گشت و دلہا ہمه خون-
تا چیست حقیقت از پسِ پرده برون
اے با علمت خرد دگرگون گون
از تو دو جہان پُر و تو از ہر دو برون

۲۸

مے خوردن و گرد گل مغان گردیدن
بہتر ز ہزار زاہدی ورزیدن
گر مردم مے خوار بدوزخ باشند
پس روئے بہشت را کہ خواہد دیدن

۲۹

دانی کہ چراست توبہ ناکردن من
زیرا کہ حرام نیست مے خوردن من
بر اہل مجاز است بہ تحقیق حرام
مے خوردن اہل راز۔ بر گردن من

۳۰

تا کے غم آن خورم کزین دیر کہن
احوال مرا نہ سر پدیست و نہ بن
زان پیش کہ رخت زین سرا بر بندم
ساقی بدہم مے کہ ہمین است سخن

۳۱

صیاد رہ حدیث تخمیر مکن
چیزے کہ نخواندۂ تو تقریر مکن
چون پیر حقیقت او تو معنی طلبہ
از دیدہ بگو روایت از پیر مکن

۳۲

احوال جہان بر دلم آسان می کن
و افعال بدم ز خلق پنہان می کن
امروز خوشم بدار و فردا با من
آنچہ از کرم تو می سزد آن می کن

۳۳

یارب! ز قبول و ز ردم باز رہان
مشغول خودم کن از خودم باز رہان
تا ہشیارم ز نیک و بد می دانم
مستم کن و از نیک و بدم باز رہان

۳۴

در دامن این چرخ نو انگیز کهن
با یار تو سر زیک گریبان برکن
دستی که زمانه را نتابد سر و بن
کوته مکن از دمی که دراز است سخن

۳۵

دارم ز جفای فلک آئینه گون
وز گردش روزگار خس پرور دون
از دیده رخی همچو پیاله پر اشک
در سینه دلی همچو صراحی پر خون

۳۶

رندی دیدم نشسته بر خنگ زمین
نه کفر و نه اسلام نه دنیا و نه دین
نی حق نه حقیقت نه شریعت نه یقین
اندر دو جهان کرا بود زهرهٔ این

۳۷

تا بتوانی خدمت رندان می کن
وافعال بد از جمیع پنهان می کن
بشنو سخن راست ز عمر خیام
می می خور و ره می زن و احسان می کن

۳۸

آن را که وقوف است بر اسرار جهان
شادی و غم و رنج بر او شد آسان
چون نیک و بد جهان بسر خواهد شد
خواهی همه درد باش و خواهی درمان

۳۹

روزی که گذشته است ازو یاد مکن
فردا که نیامدست فریاد مکن
برنامده و گذشته بنیاد منه
حالی خوش باش و عمر بر باد مکن

٤٠

اکنوں کہ زند ہزار دستان دستان
جز بادۂ لعل از کفِ مستان مستان
برخیز و بیا کہ گل بشادی می گفت
روزے دو سہ داد خود ز بستان بستان

٤١

در چشم پیالہ جان روان ست روان
در روحِ مجسم آن روان ست روان
در آبِ فسردہ آتشِ سیال ست
در درجِ بلور لعلِ کان ست روان

٤٢

روزے کہ مقدسانِ خاکی مسکن
گردند سوار بارہ بر مرکبِ تن
چوں لالہ بخونِ مژہ آلودہ کفن
از خاکِ سرِ کوی تو برخیزم من

٤٣

زین گنبدِ گردندہ بد افعالی بین
وز جملۂ دوستان جہاں خالی بین
تا بتوانی تو یک نفس خود را باش
فردا مطلب گزار دی خالی بین

٤٤

ساقی! تو بمستی گواہِ دلِ من
کاندم کہ ز خود رود دلِ عاقلِ من
جز آرزوے تو در دلم حاصل نیست
این بس بود از ہر دو جہان حاصلِ من

٤٥

ساقی! قدحے دہ و دل از غم برہان
جان را ز خیالِ ہر دو عالم برہان
وابستہ چو خضریم ز ہر قید کہ ہست
در قیدِ حیاتیم از این ہم برہان

۴۶

ساقی! لطفے بعاشقِ محزون کن
آبے بچشان زکوثرِ وصل مرا
ترحمے بدلِ شکستۂ پرخون کن
دین درد غمِ حسرت از دلم بیرون کن

۴۷

ساقی! قدحے کہ مست آگاہم من
گیرم کہ بدیگران دو عالم بخشی
بیگانہ و خویش ہ با تو ہمراہم من
خود زانِ منی دگر چہ می خواہم من

۴۸

ساقی! غمِ دل کجا خورد جانِ حزین
دل یا غمِ جانان بود یا غمِ دین
مَے دہ کہ بُریدہ ام دل از خلدِ برین
گر ہر دو طلب کند آنست و نہ این

۴۹

ساقی! دلِ من بسوخت نظرِ با من کن
مُردم چو چراغِ سحر۔ اے شمعِ مُراد
چشمے فگن و گلخنِ من گلشن کن
یک بار دگر چراغِ من روشن کن

۵۰

ساقی! ہمہ تخمِ طعنہ شد مستیِ من
خواہم کہ چناں گم شوم از ملکِ وجود
در خاک فرو رفت دل از پستیِ من
کز ہر دو جہان محو شود ہستیِ من

۵۱

اے زاہدِ خود بین۔ رخِ نیکو بہ بین
تا کے زکتاب لافی اے دانشمند
محرابِ گناہ طاقِ ابروے بہ بین
بگذار کتاب و صفحۂ روے بہ بین

۵۲

آنہا کہ ہمی دہند از دیدہ نشان
در بحر تحیر اند و در عین گمان
رازیست نہان ز دیدۂ آدمیان
آن را کہ نمود ندبہ بینند زبان

۵۳

شد دیدہ بعشق رہنمون دلِ من
تا گشت پُر از غصہ درونِ دلِ من
زنہار اگر دلم نماند روزے
از دیدہ طلب کُنید خونِ دلِ من

۵۴

تا اوّل ہمہ راستی نمودی با من
آخر ہمہ دشمنی فزودی با من
نومید نیم ز بختِ برگشتۂ خود
باشد کہ چنان شوی کہ بودی با من

۵۵

در عالمِ خاک از کران تا بکران
چندانکہ نظر کنند صاحب نظران
حاصل ز جہانِ بے وفا چیزے نیست
الّا مےِ ناب و عارضِ خوش پسران

ردیف حرف (و)

از آمدن و رفتنِ ما سودے کو
وز تارِ اُمیدِ عمرِ ما پودے کو
در چنبر چرخ - جانِ چندین پاکان
می سوزد و خاک می شود دودے کو

۲

بردار پیالہ و سبوئے دلجو
برگیر بگردِ سبزہ زار و لبِ جو
کیں چرخ بسے قدِ بُتانِ مہ رُو
صد بار پیالہ کرد و صد بار سبو

۳

اے آبِ حیات مضمر اندر لبِ تو
مگذار که بوسد لبِ ساغر۔ لبِ تو
گر خونِ صراحی نخورم۔ مرد نیم
او خود که بود که لب نهد بر لبِ تو

۴

آن قصر که بر چرخ همی زد پهلو
بر درگهِ او شهان نهادندے رو
دیدیم که بر کنگرهٔ اش فاختهٔ
بنشسته همی گفت که "کوکو۔ کوکو"

۵

یاقوت لبے لعلِ بدخشانی کو
و آں راحتِ روح و راحِ ریحانی کو
مے گرچه حرام در مسلمانی شد
تو مے خور و غم مخور مسلمانی کو

۶

چون باده خوری ز عقل بیگانه مشو
مدهوش مباش و جهل را خانه مشو
خواهی که مئے لعل حلالت باشد
آزارِ کسے مجو و دیوانه مشو

۷

در دیدهٔ تنگِ مور نورست از تو
در پائے ضعیفِ پشه زورست از تو
ذاتِ تو سزاست مر خداوندی را
هر وصف که ناسزاست دورست از تو

۸

روزے که بود وقتِ هلاکِ من و تو
از تن ببرند روانِ پاکِ من و تو
از بس که نباشیم درین چرخِ کبود
مه در تابد بر سرِ خاکِ من و تو

۹

آنم که پدید گشتم از قدرت تو — پرورده شدم بناز و ز نعمت تو
صد سال بامتحان گنه خواهم کرد — یا جرم من است بیش یا رحمت تو

۱۰

اے رفته بچوگان قضا همچون گو — چپ می خور و راست می رو و هیچ مگو
کانکس که ترا فگند اندر تگ و پو — او داند و او داند و او داند او

۱۱

این چرخ فلک بهر هلاک من و تو — قصدے دارد بجان پاک من و تو
بر سبزه نشین - پیاله کش - دیر نماند — تا سبزه برون دمد ز خاک من و تو

۱۲

ما هم خریدار مئے کهنه و نو — وانگاه فروشنده جنت بدو جو
گفتی که پس از مرگ کجا خواهی رفت — مے پیش من آر و هر کجا خواهی رو

۱۳

چون رفت ز جسم جوهر روشن تو — با جنس دگر گزین کند مسکن تو
آئینه و روند و هیچ کس نشناسد — تا زیر زمین چه می رود بر تن تو

۱۴

از تن چو برفت جان پاک من و تو — خشتے دو نهند در مغاک من و تو
وانگه ز برائے خشت گور دگران — در کالبدے کشند خاک من و تو

۱۵

گر باخردی - تو حرص را بندہ مشو
در پائے طمعِ خام - سر افگندہ مشو
چون آتش تیز باش چون آب روان
چون خاک بهر باد پراگندہ مشو

۱۶

ناکردہ گناہ در جهان کیست بگو
آنکس که گناہ نه کرد چون زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دهی
پس فرق میانِ من و تو چیست بگو

۱۷

شد از همه ناکسان نهان داری تو
راز از همه ابلهان نهان داری تو
بنگر که میانِ مردمان کارِ تو چیست
چشم از همه مردمان نهان داری تو

۱۸

اے زندگیِ تن و توانم همه تو
جانی و دلی اے دل و جانم همه تو
تو هستیِ من شدی از آنم همه تن
من نیست شدم در تو - از آنم همه تو

۱۹

اے دل ز غمِ جهان که گفتت خون شو
یا ساکنِ عشوہ خانهٔ گردون شو
دانی چه کنی چو نیست سامانِ مقام
انگارا درون نیامدی بیرون شو

۲۰

ساقی! انظری لطفِ دل آرائے تو کو
جامِ مئے و نقلِ عشرت افزائے تو کو
گیریم که ما در خورِ وصلِ تو نه ایم
لطفِ تو کجا رفت و کرمهائے تو کو

	۲۱	
چون جاه وجلال وحسن ورنگ آید وبو		آخر دلِ آدمی نه سنگ ست و نه روُ
آن کس که نه راست طبع باشد - نه نکوست		نی عاشقِ کس بود - نه کس عاشقِ او

ردیف حرف (ه)

	۱	
تن در غمِ روزگارِ بے داد مَدِه		ما را ز غمِ گذشتگان یاد مده
دل جز بسرِ زلفِ پریزاد مَدِه		بے باده مباش و عمر بر باد مده
	۲	
در مجلسِ عُشّاق نشستیم همه		از محنتِ ایّام برستیم همه
از بادۂ شوقش قدحے نوشیدیم		آزاده و آسوده و مستیم همه
	۳	
اے یار ز روزگار باش آسوده		واندوهِ زمانه کم خور از بیهوده
چون کسوتِ عمر برتنت چاک شود		چه کرده وچه گفته وچه نابوده
	۴	
فریاد که عمر رفت بر بیهوده		هم لقمه حرام و هم نفس آلوده
فرمودۂ نا کرده - سیه رویم کرد		فریاد ز کرده‌هاے - نافرموده
	۵	
اندیشۂ عمر بیش از شصت مَنه		هر جا که قدم نهی بجز مست مَنه
زان پیش که گِلِ سرت کوزه کنند		رَو کوزه فروش و کاسه از دست مَنه

۶

چند از پی حرص و آز ای فرسوده	تا چند دوی گرد جهان بیهوده
رفتند و روند و هم بیایند و روند	یک دم بمراد خویشتن نابوده

۷

ما عاشق و مست و می پرستیم همه	در کوی خرابات نشستیم همه
بگذشته ز قبح و حسن و از وهم و خیال	از ما مطلب هوش که مستیم همه

۸

یک جرعه می کهنه ز ملک نو به	در هر چه نه در طریق - بیرون شو به
جامی است به از ملک فریدون صد بار	خشت سر خم ز تاج کیخسرو به

۹

روزی بینی مرا تو مست افتاده	در حلقهٔ زلف بت پرست افتاده
دستار ز سر - قدح ز دست افتاده	در پای تو سر نهاده مست افتاده

۱۰

نقشی است که بر وجود من ریخته	صد بوالعجبی ز من برانگیخته
من زان به از این نمی توانم بودن	کز بوته مرا چنین فرو ریخته

۱۱

هر توبه که کردیم شکستیم همه	بر خود در نام و ننگ بستیم همه
عیبم مکنید اگر کنم بی خردی	کز بادهٔ عشق مست هستیم همه

	۱۲	
ای من در میخانه بسلت رفته		ترک بد و نیک هر دو عالم گفته
گر هر دو جهان چو گوی افتند بگوی		در من بجوی چو مست باشم خفته
	۱۳	
هر روز بر آنم که کنم شب توبه		از جام و پیالهٔ لبالب توبه
اکنون که رسید وقت گل ترکم ده		در موسم گل ز توبه یارب توبه
	۱۴	
ای بی خبر از کار جهان هیچ نه		بنیاد ز بادست از آن هیچ نه
شد حدّ وجود در میان دو عدم		اطراف بود تو در میان هیچ نه
	۱۵	
این چرخ چو طاسیست نگون افتاده		در وی همه زیرکان زبون افتاده
در دوستی شیشه و ساغر نگرید		لب بر لب و در میان خون افتاده
	۱۶	
جانا ز کدام دست برخاسته		کز طلعت خویش ماه را کاسته
خوبان جهان به عید رو آرایند		تو عید بروی خویش آراسته



۱۷

پیرے دیدم بخواب مستی خفته
مے خوردہ و مست خفته و آشفته
وز گرد شعور خانهٔ تن رفته
اَللّٰهُ لَطِیفٌ بِعِبَادِہٖ گفته

۱۸

غرّه چه شوی بمسکن و کاشانه
هم خوابهٔ بادی و تو افروزی شمع
بر عمر که هست حاصلش افسانه
بر رہگذر سیل چه سازی خانه

۱۹

دل دست بقطرهٔ طرب ناورده
افسوس بسر رسیده روزِ عمرم
جام مے خوشدلی بلب ناورده
روزم بمرادِ دل بشب ناورده

۲۰

آن بادهٔ خوشگوار بر دستم نه
وآن مے که چو زنجیر به پیچد بر خود
وآن ساغر چون نگار بر دستم نه
دیوانه شدم بیار بر دستم نه

۲۱

ساقی بصبوحی مے ناب اندر ده
مستیم و خراب در خرابات فنا
مستانِ شراب را شراب اندر ده
آوازه بعالمِ خراب اندر ده

۲۲

دانی ز چه روے اوفتادست چه؟
کین دارد ده زبان ولیکن خاموش
آزادیِ سرو و سوسن اندر افواه
وان راست دو صد دست ولیکن کوتاه

۲۴

دنیا بمراد رانده گیر آخر چه؟
وین نامهٔ عمر خوانده گیر آخر چه؟
گیرم که بکامِ دل بماندی صد سال
صد سالِ دگر بمانده گیر آخر چه؟

۲۵

گویند حشیش بهرِ دل تنگی به
وز جامِ شراب نغمهٔ چنگی به
در مذهب کاملان چنین ناید راست
یک جرعهٔ مے از خوردنِ صد بنگی به

۲۶

اے رفته و باز آمده و خم گشته
نامت ز میانِ مردمان گم گشته
ناخن همه جمع آمده و سُم گشته
ریشت ز عقب در آمده دُم گشته

۲۷

گر اسپ و یراق ست و گر فیروزه
مغرور مشو بدولتِ دَه روزه
از قهرِ فلک هیچ کسے جان نبرد
امروز نه سبو شکست و فردا کوزه

۲۸

از درسِ علوم جمله بگریزی به
واندر سرِ زلفِ دلبر آویزی به
زان پیش که روزگار خونت ریزد
تو خونِ قرابه در قدح ریزی به

۲۹

بنگر ز صبا دامنِ گل چاک شده
بلبل ز جمالِ گل طربناک شده
هین باده خوریدکاے بسا گُل کز باد
برخاک فرو ریزد و برخاک شده

۳۰

از هر چه بجز حق است - کوتاهی به
مے ہم ز کف بتان خرگاهی به
مستی و قلندری و گمراهی به -
یک جرعه مے ز ماه تا ماهی به

۳۱

ما ئیم بلطف حق تولا کرده
وز طاعت و معصیت تبرا کرده
آنجا که عنایت تو باشد - باشد
نا کرده چو کرده - کرده چون نا کرده

۳۲

تا چند ز مسجد و نماز و روزه
در میکده ها مستی از دریوزه
خیام بخور باده که این خاک ترا
گه جام کنند و گه سبو گه کوزه

۳۳

جانے ست درین راه خطرناک شده
تن زیر زمین ز نیک و بد پاک شده
بس رهگذرے - که بگذرد بر من و تو
ما بے خبر از هر دو جهان خاک شده

۳۴

اے نیک نه کرده و بدی ها کرده
انگاه بلطف حق تولا کرده
بر عفو مکن تکیه که هرگز نبود
نا کرده چو کرده - کرده چون نا کرده

۳۵

اے در ره بندگیت یکسان که و مه
در هر دو جهان خدمت درگاه تو به
نکهت ز گلستانی و سعادت تو دهی
یارب تو بفضل خویش بستان و بده

	۳۶	
در عالمِ کون و در بلاکیم همه چون تن برود روان پاکیم همه		از آتش و باد و آب و خاکیم همه تا تن با ماست در جفائیم همه
	۳۷	
از عیشِ دو عالم فراغی داده خورشید بهر ذره چراغی داده		ساقی! چو مرا عشقِ تو داغی داده مهرِ تو چراغِ راهِ من تنها نیست
	۳۸	
هرگز نفسی بمن نپرداختهٔ کز چشمِ عنایتم بینداختهٔ		ما را سپرِ تیرِ بلا ساختهٔ ای دوست بجز وفا چه دیدی از من
	۳۹	
و اندیشه بذکرِ ما نپرداختهٔ کز چشمِ عنایتم بینداختهٔ		روزی دو سه شد که بنده ننواختهٔ زان می ترسم که دشمنان اندیشند
	۴۰	
در رحمتِ خود بنده نوازست همه کز طاعتِ خلق بی نیازست همه		ساقی! قدحی که کارسازست همه می خور به نیاز و ناز و طاعت مفروش
	۴۱	
ترسم که ز عالم نروی با توبه" وانگاه ز می توبه - خدایا! توبه		گفتی "نکنی اگر ز صهبا توبه وقتِ گل و یارِ ساقی و مجلسِ عیش

	۴۲	
تو لایق نکتہ ہائے باریک نۂ من فاسقم وازدرِ حق دور نیَم		جز در خورِ گورِ تنگ وتاریک نۂ مسکین تو کہ زاہدی ونزدیک نۂ
	۴۳	
من ترکِ ہمہ گیرم وترکِ مئے نہ آیا بود اینکہ من مسلمان گردم		از جملہ گزیر باشدم ازوے نہ بس ترکِ مئے مغانہ وازنئے نہ
	۴۴	
تاکے غمِ آن خورم کہ دارم یانہ پُرکن قدحِ بادہ کہ معلومم نیست		وین عمر بخوش دلی گزارم یانہ کین دم کہ فرو برم برارم یانہ

ردیف حرف (یا)

ما و مے ومعشوق وصبوح اے ساقی تاکے خوانی قصۂ نوح اے ساقی	۱	از ما نبود توبہ نصوح اے ساقی پیش آر سبک راحتِ روح اے ساقی
	۲	
در دہ مے لعلِ مشکبو اے ساقی یک کوزۂ مے بدہ ازان پیش کہ دہر		تا باز رہم ز گفتگو اے ساقی خاکِ منِ و تو کند سبو اے ساقی
	۳	
زاہد نہ بزہد کرد سودا اے ساقی پُرکن قدحِ بادہ تو زودا اے ساقی		زیراکہ عمل عیان نمودا اے ساقی کاندر ازل آنچہ بود-بودا اے ساقی

۴

شمع ست و شراب و ماہتاب اے ساقی
از خاک برار این دلِ پر آتش را
شاہد ز شراب ہم خراب اے ساقی
بر باد مده بیار آب اے ساقی

۵

در دِہ قدحے ز لعلِ ناب اے ساقی
تا عقل گریبانِ دلم خواہد واشت
برگیر ز آتشم بآب اے ساقی
دستِ من و دامانِ شراب اے ساقی

۶

ساقی چہ خوش آن نفس کہ زارم بکشی
چون زندگی از تو یابم اے آبحیات
جان بخشی و باز شمع وارم بکشی
خواہم کہ دمے ہزار بارم بکشی

۷

اے ساقیِ جان و سرو آزاد کسے
دستے کہ؟ بدامان تو اے سرو رسد
چون ہست کہ ہرگز نکنی یادِ کسے
درہم نرسد کہ می دہد دادِ کسے ؟

۸

ساقی! قدحے کہ می کند غم سستے
چون کارِ جہان بفکرِ کس راست نشد
از دل بنشان بآبِ مئے گردِ غمے
مارا برہان ز فکرِ بیہودہ دمے

۹

ساقی! قدحے کہ ہست عالم نفسے
نیکانِ گُلِ عالم اند و باقی خس و خار
آن یک نفس آن بہ کہ شود صرفِ کسے
با شاخِ گلے نشین نہ با خس و خسے

	۱۰	
ساقی ! نظرے بہ بینوائے بارے دربانِ من است یک نگہ چون بکنی		گر بادہ نمی دہی صلائے بارے از نیم نگہ کنم دوائے بارے
	۱۱	
ساقی ! قدحے کہ بیکسان را تو کسی فریادرسِ اہلِ مساکین کہ شود؟		گر درد بسے بود دوائے تو بسی فریادرسش کہ ہم تو فریادرسی
	۱۲	
گر دولت و بخت باشد ور نہ بہی سہل است کہ من در خدمت خاک شوم		در پائے تو سر بہ بازم اے سرو سہی ترسم کہ تو پائے بر سرِ من نہ نہی
	۱۳	
گر کامِ دل از زمانہ تصویر کنی گیرم کہ ز دشمنان بنالی بر دوست		بے فائدہ خود را ز غمان پیر کنی چون دوست جفا کند چہ تدبیر کنی
	۱۴	
اے مایۂ درمان نفسے بنشینی گر من بتو فرہاد صفت شیفتہ ام		تا صورتِ حالِ دردمندان بینی حیلہ مکن اے جان کہ تو بس شیرینی
	۱۵	
اے بلبلِ خوش سخن چہ شیرین نفسی شاید کہ بیارانِ عزیزت نرسی		کز دست و زبانِ خویشتن در قفسی سرمستِ ہوا و پائے بندِ نفسی

	۱۶	
بس دستِ تحسّر که بدندان ببری یوسف که بده درم فروشی چه خری		فردا که بنامهٔ سیاهِ خود درنگری بفروخته دین بدنیا از بی‌خردی
	۱۷	
از دائرهٔ عقل برون ننهم پای عیبی ست که در من آفریدست خدای		گیرم که به تقویٰ و خردمندی و رای با میل که طبع میکند چه توان کرد؟
	۱۸	
در هر قدم آراسته گنجی داری گر رنجه شوی دراز رنجی داری.		در راهِ قناعت ار سپنجی داری از هرچه نه بر مرادِ تو خواهد بود
	۱۹	
این ست طریق رندی و اوباشی شرط است که وقتِ ناخوشی خوش باشی		گر دهر ترا از بلا بود خوش باشی در وقتِ خوشی همه کسان خوش باشند
	۲۰	
ور گوشه نشین شوی — وسواسی کس نشناسد ترا تو کس نشناسی		گر شهره شوی به شهر شرّ الناسی بزبان نبود گر خضر و الیاسی
	۲۱	
دست از عملِ زهد بدار اے ساقی جامِ مئے لعل و روئے یار اے ساقی		بشکفت شگوفه مے بیار اے ساقی زان پیش اجل کمین کند روزے چند

	۲۲	
هنگام صبوح ست و خروش ای ساقی		ما و می و کوی میفروش ای ساقی
چه جای صلاح است خموش ای ساقی		بگذر ز حدیث زهد و نوش ای ساقی
	۲۳	
چون هست زمانه در شباب ای ساقی		بر زه بکفم جام شراب ای ساقی
هنگام صبوح قفل بر در زده ام		می ده که بر آمد آفتاب ای ساقی
	۲۴	
آنها که ز پیش رفته اند ای ساقی		در خاک غرور خفته اند ای ساقی
رو باده خور و حقیقت از من بشنو		باد است هر آنچه گفته اند ای ساقی
	۲۵	
چون می ندهد اجل امان ای ساقی		در ده قدح شراب هان ای ساقی
غم خوردن بیهوده نه کار دل ماست		با این دو سه روزه در جهان ای ساقی
	۲۶	
در سنگ اگر شوی چو نار ای ساقی		هم آب اجل کند گذار ای ساقی
خاکست جهان غزل بخوان ای مطرب		باد است نفس باده بیار ای ساقی
	۲۷	
تا چند ز یاسین و برات ای ساقی		بنویس بمیخانه برات ای ساقی
روزی که برات ما بمیخانه برند		آن روز بود شب برات ای ساقی

۲۸

صبح خوش و خرم است خیز اے ساقی
در شیشہ بکن شراب از شب باقی
جامے بمن آر و خوش غنیمت می داں
ایں یک دم نقد را کہ فردا باقی

۲۹

زان کوزۂ مے کہ نیست در وے ضررے
پر کن قدحے بخور بمن - دہ دگرے
زاں پیشتر اے صنم کہ در رہگذرے
خاک من و تو کوزہ کنند کوزہ گرے

۳۰

در دہ مے لعل لالہ گون اے ساقی
بکشا ز حلق شیشہ خون اے ساقی
کامروز برون ز جام مے نیست مرا
یک دوست کہ پاک اندرون ایساقی

۳۱

گر زانکہ بدست افتدازمے دو منے
می خور تو بہر محفل و ہر انجمنے
کاں کس کہ چناں کرد - فراغت دارد
از سبلت چوں توئی و ریش چو منے

۳۲

افتادہ مرا بامئے دستی کارے
خلقم ز چہ می کنند ملامت بارے
اے کاش کہ ہر کدام مستی کردے
تا من بجہان ندیدے مے ہشیارے

۳۳

ہاں تا بخرابات مجازی نائی
تا در رہ قلندری نسازی نائی
این رہ - رہ مرداں سرافرازان است
زنہار درین کوچہ ببازی نائی

۳۴

گر دست دہد ز مغزِ گندم نانے
وز مئے دو منے ز گوسپندے رانے
با ماہِ رُخے نشستہ در بُستانے
عیشے ست کہ نیست حدِّ ہر سُلطانے

۳۵

در کارگہِ کوزہ گرے کردم رائے
در پایۂ چرخ دیدم استادہ بپائے
می کرد سبو و کوزہ را دستہ و پائے
از کلّۂ بادشاہ در دستِ گدائے

۳۶

اے از حرمِ ذاتِ تو عقل آگہ نے
وز معصیت و طاعتِ ما مستغنی
مستم ز گناہ و ز رجا ہشیارم
امید ز رحمتِ تو دارم یعنی

۳۷

سازندۂ کارِ مُردہ و زندہ توئی
دارندۂ این چرخِ پراگندہ توئی
من گرچہ بدم صاحبِ این بندہ توئی
کس را چہ گُنہ کہ آفرینندہ توئی

۳۸

اے چرخ دلم ہمیشہ غمناک کنی
پیراہنِ خُرّمیِ من چاک کنی
بادے کہ بمن رسد تو آتش کنی اش
آبے کہ خورم در دہنم خاک کنی

۳۹

خوش باش کہ پختہ اند سودائے تو دی
ایمن شدہ از ہمہ تمنائے تو دی
تو شاد بزی کہ بے تقاضائے تو دی
داوند قرارگاہ و فردائے تو دی

۴۰

ابریق مئے مرا شکستی ربّی / بر من درِ عیش را ببستی ربّی
بر خاک بریختی مئے ناب مرا / خاکم بدہن مگر تو مستی ربّی

۴۱

اے دل چو بہ بزمِ آن صنم بنشستی / از خویشتن بریدی و بدو پیوستی
از جامِ فنا چو جرعۂ نوشیدی / از بود و نبودِ آن بکلّی رستی

۴۲

گہ گشتہ نہان روے بکس ننمائی / گہ در صُوَرِ کون و مکان پیدائی
وین جلوہ گری بخویشتن بنمائی / خود عینِ عیانی و خودی بینائی

۴۳

بر سنگ زدم دوش سبوے کاشی / سرمست بُدم کہ کردم این اوباشی
با من بزبانِ حال میگفت سبو / من چون تو بُدم تو نیز چون من باشی

۴۴

اے دل اگر از غبارِ تن پاک شوی / تو روحِ مجرّدی بر افلاک شوی
عرش است نشیمنِ تو شرمت بادا / کآئی و مقیمِ خطۂ خاک شوی

۴۵

پیوستہ ز بہر شہوتِ نفسانی / این جانِ شریف را ہمی رنجانی
آگاہ نہ کہ آفتِ جانِ تو اند / آنہا کہ تو آرزوے ایشانی

۴۶

شخصے بزنے فاحشه گفتا مستی
هر لحظه بدامِ دیگرے پیوستی
گفتا شیخا هر آنچه گوئی هستم
امّا تو چنانچه می نمائی هستی

۴۷

از مطبخِ دُنیا تو همه دُود خوری
تا چند غمِ بوده و نابود خوری
دُنیا که بر اهلِ دین زیانیست عظیم
گر ترکِ زیان کنی همه سُود خوری

۴۸

اے کوزه گرا بکوش گر هشیاری
تا چند کنی بر گِلِ آدم خواری
انگشتِ فریدون و سرِ کیخسرو
بر چرخ نهادهٔ چه می پنداری

۴۹

هنگامِ صبوح اے صنمِ فرّخ پے
بر ساز ترانهٔ و پیش آور مے
کافگند بخاک صد هزاران جم و کے
این آمدنِ تیر مه و رفتنِ دے

۵۰

چندانکه نگاه می کنم هر سوئے
از سبزه بهشت است و زکوثر جوئے
صحرا چو بهشت است ز دوزخ کم گو
بنشین به بهشت با بهشتی روئے

۵۱

چون واقفی اے پسر ز هر اسرارے
چندین چه خوری به بیهده تیمارے
چون مے نرود باختیارت کارے
خوش باش درین نفس که هستی بارے

۵۲

گر ہست ترا درین جہان دست رسے
ہان تا نزنی بے مے و ساقی نفسے
پیش از من و تو بیازمودند بسے
دنیا نکند وفا برادرا بکسے

۵۳

اے دہر بکردہ ہاے خود معترفی
در خانقۂ جور و ستم معتکفی
نعمت بخسان دہی و زحمت بکسان
زین ہر دو برون نیست ورکی یا خرفی

۵۴

زنہار کنون کہ می توانی بارے
بردار ز خاطر عزیزان بارے
کین مملکت حسن نماند جاوید
از دست تو ہم برون رود یکبارے

۵۵

چون جنس مرا خاصہ بداند ساقی
صد قفل ز ہر نوع براند ساقی
چون وا مانم برسم خود بادہ دہد
در حد خودم درہ گذراند ساقی

۵۶

برگیر ز خود حساب اگر باخبری
کاول تو چہ آوردی و آخر چہ بری
گوئی نخورم بادہ کہ می باید مرد
می باید مرد گر خوری ور نخوری

۵۷

پیرے دیدم بخانۂ خمارے
گفتم نکنی ز رفتگان اخبارے
گفتا مے خور کہ ہمچو من بسیارے
رفتند و کسے باز نیامد بارے

	۵۸	
برکوزہ گرے پریر کردم گذرے		از خاک ہمی نمود ہر دم ہنرے
من دیدم اگر ندید ہر بے بصرے		خاکِ پدرم برکفِ ہر کوزہ گرے
	۵۹	
برگیر پیالہ و سبو اے دلجوے		بخرام بسوے سبزہ زار و لبِ جوے
کین چرخ زصورتِ بتانِ مہ روے		صد بار پیالہ کرد و صد بار سبوے
	۶۰	
اے آنکہ نتیجۂ چہار و ہفتی		در ہفت و چہار دائم اندر تفتی
مئے خور کہ ہزار بار بیشت گفتم		باز آمدنت نیست چو رفتی۔ رفتی
	۶۱	
شاد آمدی اے راحتِ جانم کہ توئی		نو آمدہ و من نہ برانم کہ توئی
از بہرِ خدا نہ از براے دلِ من		چندان مے خور کہ من ندانم کہ توئی
	۶۲	
اے بادۂ خوشگوار در جام ہمی		بر پائے خرد تمام بند گرہی
ہر کس کہ زتو خورد امانش ندہی		تا گوہر او برکفِ دستش ندہی
	۶۳	
بکشا درے کہ در کشائندہ توئی		بنمائے رہے۔ کہ رہ نمایندہ توئی
من دست بہ ہیچ دستگیرے ندہم		کالیشان ہمہ فانی اند و پائندہ توئی

۶۴

رو بے خبری گزین اگر با خبری
تا از کفِ مستانِ ازل بادہ خوری
تو بے خبری - بے خبری کار تو نیست
ہر بے خبری را نرسد بے خبری

۶۵

اے چرخ ہمہ خسیس را چیز دہی
گرمابہ و آسیا و ہلیز دہی
آزاد میان سست کہ دکان ننہد
شاید کہ ازین فلک بانیز دہی

۶۶

چندین غمِ بیہودہ مخور شاد بزی
واندر رہِ بیداد تو با داد بزی
چون آخرِ کار این جہان نیستی است
آن، کار کہ نیستی تو آزاد بزی

۶۷

در باغ چو بُد غورہ ترش اول مے
شیرین ز چہ گشت و تلخ چون آمد مے
از چوب تیشہ گر کسے کرد رباب
وز تیشہ چہ گوئی کہ ہمے روید نے

۶۸

یا رب بکشا بر من از رزق درے
بے منت مخلوق رسان ما حضرے
از بادہ چنان مست نگہدار مرا
کز بے خبری نباشدم دردِ سرے

۶۹

گر آمدنم بخود بُدے نامدمے
ور نیز شدن بمن بُدے کے شدمے
بہ زان نہ بُدے کاندرین دیرِ خراب
نہ آمدمے - نہ شدمے - نہ بُدمے

نسخہ — آزادہ بنان شب گرسنہ دکان ننہد ٭ شاید کہ باین چنین فلک چیز دہی

۷۰

ای دل تو در اسرار معما نرسی
در نکتهٔ زیرکان دانا نرسی
اینجا به می و جام بهشتی می‌ساز
کانجا که بهشت هست رسی یا نرسی؟

۷۱

خواهی که بدنیا دل بی غم یابی
یک چند اساس عمر محکم یابی
فارغ منشین ز خوردن باده دمی
تا لذت عمر خود دمادم یابی

۷۲

ای چرخ چه کرده‌ام بمن راست بگو
پیوسته مرا فگنده‌ای در تگ و پو
نانم ندهی تا نبری کوی بکوی
آبم ندهی تا نه بری آب ز رو

۷۳

هان تا بره مستان بدرشتی نشوی
یا از در نیکوان بزشتی نشوی
می خور که بخوردن و بنا خوردن می
گر در خور دوزخی بهشتی نشوی

۷۴

خواهی که پسندیدهٔ آنام شوی
مقبول قبول خاصه و عام شوی
اندر پی مومن و جهود و ترسا
بدگوی مباش تا نکونام شوی

۷۵

روزی که دلم برنگ آبی یابی
در کنج دلم بسی خرابی یابی
در بحر دو دیده ام اگر غوطه خوری
گر گم نشوی مردم آبی یابی

۷۶

در دہ مئے لعلِ لالہ گونِ صافی
بکشاء ز حلقِ شیشہ خونِ صافی
کامروز برون ز جامِ مے نیست مرا
یکدست کہ دارو اندرونِ صافی

۷۷

تلکے غمِ آن خورم کہ دارم یا نے
وین عمر بخوش دلی گذارم یا نے
پُر کن قدحِ بادہ کہ معلومم نیست
کاین دم کہ فرو برم برآرم یا نے

۷۸

اے بادہ تو شربتِ من لالائی
چندان بکشم ترا زہوش کائی
کز دُور مرا ہر کہ بہ بیند گوید
اے خوردہ شراب از کجا می آئی

۷۹

باور د قناعت کن و آزاد بزی
در بندِ فسرونی مشو آزاد بزی
منگر بہ فسرونی ز خود و غصّہ مخور
در کم ز خودی نگہ کن و شاد بزی

۸۰

از دور پدید آمدہ ناپاک تنے
وز دودِ جہنم بہ تنش پیرہنے
بشکست صراحیم کہ عمرش کم باد
وانگہ چو مئے لطیف عمرے چمنے

۸۱

با من تو ہر آنچہ گوئی از کین گوئی
پیوستہ مرا ملحد و بیدین گوئی
من خود مقرم ہر آنچہ گوئی ہستم
انصاف بدہ ترا رسد کین گوئی

۸۲

از آمدنِ بہار واز رفتنِ دے
اوراقِ وجودِ ما ہمی گردد طے
مے خور مخور اندوہ کہ گفت ست حکیم
غمہاے جہان چو زہر تریاقش مے

۸۳

تا در تنِ تست استخوان ورگ و پے
از خانۂ تقدیر منہ بیرون پے
گردون منہ از خصم بود رستمِ زال
منت مکش ار دوست بود حاتمِ طے

۸۴

گر روے زمین بجملہ آباد کنی
چندان نبود کہ خاطرے شاد کنی
گر بندہ کنی بلطف آزادے را
بہتر کہ ہزار بندہ آزاد کنی

۸۵

گویند مخور مے کہ ہلاکش باشی
آن یکدمہ کز شراب سرخوش باشی
این ہست ولے زہر دو عالم خوشتر
در روزِ مکافات بلاکش باشی

۸۶

از کبر مدار ہیچ در دل ہوسے
کز کبر بجائے نرسیدست کسے
چون زلفِ بتان شکستگی عادت کن
زان پیش کہ بگسلد ز تارِ نفسے

۸۷

تا کے زغمِ زمانہ محزون باشی
با چشمِ پُر آب و دلِ پُر خون باشی
مے نوش و بعیش کوش خوش دل میباش
زان پیش کز این دائرہ بیرون باشی

	۸۸	
دنبال نفسے و من در و یک نفسے شکرانہ آنکہ زندہ خوش می باشی		اندر نفسے چند توان زد نفسے این عالمِ بے وفا نماند بکسے
	۸۹	
خشتے نہ نہم پا بزنم بر خشتے آتش نشوم زر بہر انگشتے		زین پس من و بادہ و کنارِ کشتے خوبی نبود بسر برم۔ بازِ رشتے
	۹۰	
مے خور کہ ظریفانِ جہاں را دردے تاکے گویم توبہ شکستم ہیے ہیے		برگرد بنا گوش زمے بینی خوے صد توبہ شکستہ بہ زیک شیشۂ مے
	۹۱	
جز راہِ قلندر بخرابات مپوے برکف۔ قدحِ بادہ۔ و بر دوش سبوے		جز بادہ و جز سماع و جز یار مجوے مے نوش کن و بکارِ بیہودہ مپوے
	۹۲	
تا در ہوسِ لعل لب و جام مئی اینہا ہمہ حشو است خدا می داند		تا در پئے آواز دف و چنگ و نئی تا ترکِ تعلق نہ کنی ہیچ نئی
	۹۳	
زان پیش کہ از جامِ اجل مست شوی سرمایہ بدست آر درین رہ کا بجا		زیر لگدِ حادثہ ہا پست شوی سودے نکنی اگر تہی دست روی

۹۴

اے آنکہ خلاصۂ چہار ارکانی
دیوی و ددی و ملک و انسانی
بشنو سخن از عالم روحانی
با تست ہر آنچہ می نمائی آنی

۹۵

ہر چند ز دست دہر غمکش باشی
زنہار ز دست ناکسان آب زلال
ور جور و جفائے چرخ ناخوش باشی
بر لب مچکان اگر در آتش باشی

۹۶

آن بہ کہ ز جام بادہ دل شاد کنی
وین عاریتی لباس رندانی را
ور نامدہ و گذشتہ کم یاد کنی
یک لحظہ ز بند عقل آزاد کنی

۹۷

با درد بساز تا دوائے یابی
می باش بوقت بینوائی شاکر
از درد منال تا شفائے یابی
تا عاقبت الامر نوائے یابی

۹۸

از دفتر عمر می گشودم فالے
می گفت خوش آن کسے کہ در خانۂ او
ناگاہ ز سوز سینہ صاحب حالے
روز لیست چو ماہے و شبے چون سالے

۹۹

اوّل بجودم چو آشنائی گردی
چون ترک منت نبود از روز نخست
آخر ز خودم چرا جدا می گردی
سرگشتہ بعالم چرا می گردی

۱۰۰

آن مایه ز دنیا که خوری یا نوشی
معذوری - اگر در طلبش می کوشی
باقی همه رایگان نرزد - هشدار
تا عمر گران مایه بدان نفروشی

۱۰۱

من ترک همه کردم و ترک مَی نی
از جمله گریز باشدم از وَی نی
امّا بود آنکه من مسلمان گردم
بس ترک مَی مغانه کردم هی هی

۱۰۲

تن زن چو بزیر فلک بی باکی
مَی نوش چو در جهان آفت ناکی
چون اوّل و آخرت بجز خاکی نیست
انگار که بر خاک نئی در خاکی

۱۰۳

گر شادی خویشتن بران میدانی
کاسوده دلی را بغمی بنشانی
در ماتم عقل خویشتن بنشین همه عمر
می دان ز مصیبت که عجب نادانی

۱۰۴

هنگام سفیده دم خروس سحری
دانی که چرا همی کند نوحه گری
یعنی که نمودند در آئینهٔ صبح
کز عمر شبی گذشت و تو بی خبری

۱۰۵

ای کاش که جای آرمیدن بودی
یا این رهِ دور را رسیدن بودی
کاش از پی صد هزار سال از دل خاک
چون سبزه امید بر دمیدن بودی

۱۰۶

اے سوختهٔ سوختهٔ سوختنی — وے آتشِ دوزخ از تو افروختنی

تا کے گوئی کہ بر عمر رحمت کن — حق را تو کجا برحمت آموختنی

۱۰۷

اے دل مئے و معشوق مکن درباقی — سالوس رہا کن و مکن زرّاقی

گر پیروِ احمدی خوری جامِ شراب — زاں حوض کہ مرتضاش باشد ساقی

تمام شد

مطبوعہ — روز بازار — امرتسر
جنرل الیکٹرک ایجنسی

نادر و نایاب کتب

فتح اندلس - ایک دلچسپ تاریخی ناول جس مین اسلامی فتوحات اسپین کے منظر۔ مجاہدین کی پرہیزگاری۔ سپہ سالاران اسلام کے زرین کارنامے۔ مسلمان حاکمون کی معدلت گستری عیسائی فرمانرواؤن کی بداخلاقی۔ یہودیونکی مظلومی اور انتقام گیری کے ہوبہو نقشے کھینچے گئے ہین۔ قیمت ۱۲؍

تمدن اسلام حصہ اول و دوم:۔ اسلامی سلطنت کی یوماً فیوماً ترقی کے ساتھ اسکے انتظام ملکی مالی اور فوجی کی تاریخ اور مسلمانون اور اسلامی حکومت کے تمول اور شان و شوکت کے تفصیلی حالات جو صدہا تاریخی کتابون مین بکھرے پڑے تھے بڑی خوبی کے ساتھ ایکجا جمع کر دیئے ہین مناسب موقع تصویرین بھی دیگئی ہین قیمت فی حصہ عہ ہر دو

بشارت فاطمہ - ایک عدیم النظیر دلچسپ مذہبی ناول ہے جسمین ایک عیسائی لیڈی کے مشرف باسلام ہونیکی تفصیلی کیفیت اس انداز سے بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ شروع کر دیجیے۔ پھر ختم کیے بدون کتاب ہاتھ سے چھوڑنیکو ہرگز جی نچاہیگا مصنف نے واقعی کمال کیا ہے کہ مذہبی مناظرہ کو جو بظاہر ایک خشک مضمون تھا نہائت دلچسپ بنا دیا ہے قصہ اول سے آخر تک سارا واقعات پر مبنی ہے اور چونکہ قابل مصنف نے اسمین اسلام کی صداقت کے بڑے بڑے زبردست اور لاجواب کر دینے والے ثبوت عقلی دلایل اور خود عیسائیونکی مقدس کتابون سے دیئے ہین۔ لہذا یہہ کہنا ذرا مبالغہ نہین کہ بشارت فاطمہ کی تصنیف اسلام کی ایک قابل داد خدمت ہے جسکی محبان اسلام کو خاص قدر کرنی چاہیئے۔ قیمت ۳؍

المرأۃ المسلمہ:۔ مصر کے مشہور مصنف علامہ فرید وجدی کی تازہ تصنیف کا اردو ترجمہ جو انہون کی پردہ کی تائید آزادی نسوان کی مخالفت اور رسالہ تحریر المرأۃ اور مرأۃ الجدیدہ کی تردید مین لکھی ہے قابل دید ہے قیمت فی جلد ۸؍

اسلام اور سوشل نظام مصر کے بہت بڑے مسلمان عالم اور اسلامی مؤرخ محمد رفیق بک اعظم زادہ کے رسالہ مطالب الحیاۃ الاجتماعیہ والاسلام کا اردو ترجمہ جسمین مصنف ممدوح نے بہت خوبی کے ساتھ تمدن یوروپ و تمدن اسلام کا مقابلہ کرکے اسلامی تمدن کی فضیلت ثابت کی ہے۔ اس رسالہ کی مصر عرب شام اور ٹرکی مین دھوم مچگئی ہے مطبع نے بغرض فایدہ سلائی ابنائے وطن اسکا اردو مین ترجمہ تیار کرایا ہے۔ اگرچہ علمی مضامین ایک طرح خشک ہوا کرتے ہین لیکن یہہ رسالہ نہائت دلچسپ ہے۔ قیمت ۸؍

الاسلام دین الفطرت:۔ آکسفورڈ یونیورسٹی واقع انگلستان کے عربی پروفیسر اور مصر کے نامور علامہ شیخ محمد عبد العزیز شادیش کے اس مضمون کا ترجمہ جو اونہون نے دین اسلام کی حقانیت اور اوسکے فطری مذہب ہونیکے ثبوت مین بمقام الجزائر کی شرقی علوم کی کانفرنس مین علمائے یوروپ کے سامنے پڑہا تہا۔ اسمین عقلی دلیلون اور اصول تمدن جدید کے لحاظ سے اسلام کے عقاید۔ توحید باری۔ نبوت کی غرض اور اوسکا ثبوت۔ اسلام کے اصلی احکام کی عقلی خوبیان۔ اور دین اسلام کا تمام دنیا کے لئے مفید اور موید تمدن ہونا بہت پرزور دلایل سے ثابت کیا ہے۔ اور ہر بات پر آیات قرآنی ہی سے استشہاد کیا ہے۔ قابل دید کتاب ہے قیمت ۶؍

فتاۃ غسان:۔ ایک زبردست حیرتناک اور نہایت دلآویز تاریخی ناول ہے جسمین اسلام کے حالات ابتدائی ظہور سے لیکر فتح عراق اور شام تک بڑی خوش اسلوبی سے قصہ کے پیرایہ مین دکہائے گئے ہین۔ قیمت ہر دو حصہ ۱؍

تربیت اولاد:۔ اس کتاب مین تربیت اولاد کے سبجکٹ پر ہر پہلو سے حکیمانہ بحث کی گئی ہے۔ اور بچون کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی غور و پرداخت کی ایسی سہل اور کار آمد ترکیبین بتائی گئی ہین کہ غالباً اور کسی کتاب مین نہ ہونگی عبارت سلیس و عام فہم تاکہ خاص و عام اچہی طرح سمجہین اور پورا فایدہ اوٹہا سکین۔ قیمت ۴؍

اویماق مغول فارسی:۔ اس کتاب مین مولف نے نہایت محنت کے ساتہہ یہ التزام کیا ہے کہ باب اول مین مغلیہ قومون اور خاندانون کے اصل و نسل و باہمی امتیاز وغیرہ کے حالات شرح و بسط سے درج کیئے ہین۔ اور یہ دکہلایا ہے کہ مغل کسطرح پیدا ہوئے اور اُن مین سے کس قدر قومین کس کس وقت اور کس کس صورت سے نکلین۔ اور ہر ایک قوم کے امرائے عظمی کے حالات اور اُنکی کارنامے اور صحیح شجرے لکہے ہین۔ اور دوسرے باب مین تمام سلاطین مغلیہ کے جو تا این دم اقالیم مختلف مین گذرے ہین مفصل واقعات اور اونکے دربار کے نامی شعراء کے تذکرے اور اشعار مندرج ہین۔ اور آخر مین شاہان اودہ و دکن کے حالات نسب وغیرہ و حالات شاہان کابل و خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم و دیگر مفید مضامین تحریر کیئے گئے ہین۔ باعتبار اسکی خوبیون کے قیمت صرف ۵؍

منیجر اخبار وکیل امرتسر

غلطنامہ رباعیات حکیم عمر خیام

نمبر صفحہ	نمبر سطر یا رباعی	غلط	صحیح
۳	اخیر	ربار	دربار
۱۰	〃	او	از
۱۶	۶	لاثانی	ثانی
۱۹	اول	الذُّنُوبَ	الذُّنُوبَ جَمِیعًا
〃	۱۳ سطر	ہیچ	ہیچ است
۳۸	رباعی نمبر ۱۱	کشتہ	گشتہ
۳۹	〃 نمبر ۲۳	میں	آئینِ
۶۲	۱۵۹	مدیدی	دویدی
۸۷	۱۰۴	زندگی	زندگانی
۹۳	۱۳۸	دسنے	دمے
۱۰۳	۲۰۱	ہیچ	ہیچ است
۱۰۶	۶	آتل کار	از اوّلِ کار
۱۱۱	۳۶	ہیچ	ہیچ کس
۱۲۳	۲	بحد	بسر حدِ
۱۳۸	۷۳	اُستاد	بأُستاد
۱۴۱	۹۱	دوزر	داز
۱۴۷	۲۰	صرار	طراز آمدگان
۱۴۸	۲۶	باخبرِی	باخبری
۱۶۰	۲۰	گوشہ نشین شوی	گوشہ نشین شوی بدان
۱۶۱	۴۵	کہ تو آرزوے	کہ تو در آرزوے
۱۶۵	۶۷	از چوب	از چوبک
〃	۶۷ اخیر مصرع	وز تیشنہ	وز تیشہ
〃	۶۹	نہ آمدسے	نہ آمدسے

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

وکیل

یہ اخبار ہفتہ میں دوبار ہر دو شنبہ و پنجشنبہ کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے اس کے مقاصد یہ ہیں

۱۔ حاکم و محکوم کے اُن تعلقات کو بیان کرنا جو رعایا کی وفاداری اور حکام کی رعایا پروری کے اصل اصول ہیں اور اس کے ضمن میں رعایا کے واجبی مطالبات اور جائز حقوق گورنمنٹ کے حضور میں پیش کرنا اور گورنمنٹ کی پالیسی جو انتظام ملک سے متعلق ہے اس سے رعایا کو آگاہ کرنا اور جو غلط فہمیاں کسی فریق کی طرف سے پیدا ہوں اُن کے اظہار میں نہایت متانت شائستگی اور آزادی کے ساتھ ایسا طریق عمل اختیار کرنا جو بدظنیوں کے دفعیہ اور استحکام سلطنت کا باعث ہو۔

۲۔ مسلمانوں کی درماندہ قوم کے پولیٹیکل حقوق کی حفاظت اور انکی مذہبی۔ اخلاقی۔ تعلیمی۔ تمدنی۔ تجارتی اور صنعتی حالت کی عملی ترقی کے لئے کوشش کرنا اور وہ تدابیر پیش کرنا جو انکی دینی و دنیوی صلاح و فلاح کا باعث ہوں۔

۳۔ اسلامی انجمنوں۔ درسگاہوں اور انسٹیٹیوشنوں کو حسب آیہ "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا" بطور جسم منتظم کام کرنے پر توجہ دلانا اور انکی کارروائیوں پر آزادی سے ریویو کرنا اور قوم کو انکی اعانت کے لئے اُبھارنا۔

۴۔ مسلمانوں میں برادرانہ اتفاق قائم کرنے اور آئے دن کے باہمی نزاع سے جو نقصان پہنچتے ہیں اُن کے دور کرنے میں سعی کرنا

۵۔ اسلامی سلطنتوں اور ممالک غیر کے حالات و ترقیات سے پبلک کو آگاہ کرنا اور معتمد انگریزی۔ عربی۔ فارسی جرائد کے دلچسپ اور عمدہ مضامین کے تراجم و اقتباسات شائع کرنا۔

اسلامی معاملات سے آگہی حاصل کرنے کے لئے اس اخبار سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں۔ اسکی طرز تحریر آزادی پسندی اور اعلیٰ لٹریچر نے ایسے اصحاب کو جو ملک اور قوم کے سچے ہمدرد اور گورنمنٹ کے حقیقی خیر خواہ ہیں اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔ دُنیا بھر کی ضروری اور دلچسپ خبروں کے نہایت جلد اور سب سے پہلے بہم پہنچانے میں اپنا نظیر نہیں رکھتا غرضیکہ یہی ایک اسلامی اخبار ہے جسے اردو اخباری دنیا میں لاثانی ہونیکا فخر حاصل ہے۔

پیشگی قیمت وصول ہوئے بغیر اور تین ماہ سے کم کے لئے جاری نہیں کیا جاتا۔ نمونہ کا پرچہ اردو کے ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہے

قیمت پیشگی مع محصول ڈاک

	سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
ممالک بیرون سے	۱۲ شلنگ	۸ شلنگ	۵ شلنگ
رؤساء و امراء سے	عـہ/	۱۲/	۸/
عام خریداروں سے	۸/	۵/	۳/
طلبہ و کم استطاعت اصحاب سے	۴/	۲/ ۸	۱/۸

المشتہر

مینیجر اخبار وکیل۔ و مطبع روز بازار جنرل لائبریری ایجنسی امرتسر (پنجاب)

۳

یہاں میں کی [illegible] مجلس رفقاء و مجلس انتظامی

ہیں شعبہ جات و نصاب پانچ کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۲۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ و کلیہ جات ملحقہ و گزیٹیڈ عہدہ داران جامعہ

اور اراکین دار الترجمہ دس کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۳۔ طلبائے [illegible] جمع شدہ دو کتابیں بی اے اور انٹرمیڈیٹ

[illegible] کتابیں ایم اے ایل ایل بی و تحقیقاتی جماعتوں کے

طلبہ تین کتابیں اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۴۔ کے طلبہ تین کتابیں دو ہفتہ تک اپنے پاس ... واپس نہ ہوں تو طلبہ کے حساب

طلبہ پانچ کتابیں دو ہفتہ ... مدت مقررہ پر کتابیں واپس لیا جائیگا۔ ... سکینگی مگر اس غرض

ایک آنہ یومیہ فی کتاب ... کر جاری کی جا سکینگی ... داری

۵۔ بشرط موقع کتابیں کتاب کا لانا لازم ہے۔

یہ کتب خانہ میں کتاب ... تو تشہیر ... ذمہ

۶۔ کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو ... کا نشان یا حاشیہ پر لکھنا

قابل ہوگی۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان لگایا جائے۔

۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان لگایا جائے۔ ... کی کتابیں

۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں

جاری نہ کی جا سکینگی فقط